روز مرّہ کی زندگی سے متعلق قرآنی ہدایات

اسلامی معاشرت

جدید ایڈیشن

جس میں آسان زبان میں بتایا گیا ہے کہ قرآنِ کریم کی رُو سے
مسلمانوں کی زندگی کیسی ہونی چاہیئے

پرویز

طلوعِ اسلام ٹرسٹ (رجسٹرڈ) ۲۵۔ بی گلبرگ ۲، لاہور۔ (پاکستان)

نام کتاب : اسلامی معاشرت

مصنف : **پرویز**

ناشر : طلوع اسلام ٹرسٹ

25 بی گلبرگ نمبر 2 لاہور 54660 پاکستان

Email: trust@toluislam.com

Web: www.toluislam.com

طابع : محمد اشرف ظفر

مطبع : ندیم یونس پرنٹرز لاہور

ایڈیشن اول : 1945ء

ایڈیشن دہم : اپریل 2001ء

طلوع اسلام ٹرسٹ کی مطبوعات سے حاصل شدہ
جملہ آمدن قرآنی فکر عام کرنے پر صرف ہوتی ہے۔

باسمہ تعالیٰ

فہرست مضامین

اسلامی معاشرت

دوسرا باب
چند بنیادی اصول

تیسرا باب
ذاتی خوبیاں

عنوان	صفحہ
نہ ضرورت سے زیادہ خرچ کرے۔	۴۳
نہ بلا ضرورت۔	=
نہایت سادہ زندگی بسر کرے۔	۴۴
جو کچھ بچ جائے اسے دوسروں کی پرورش کے لئے کھلا چھوڑ دے۔	=
اس کو انفاق فی سبیل اللہ کہتے ہیں۔	۴۴
۴ ۔ کھانا پینا	۴۷
حرام چیزیں کون کون سی ہیں؟	=
حلال چیزوں میں سے وہ کھانی چاہئیں جو خوشگوار ہوں۔	۴۸
کھانا مل کر بھی کھا سکتے ہیں اور الگ الگ بھی۔	۴۰
۵ ۔ زیب و زینت	۴۱
اپنی وضع قطع اچھی رکھو۔	=
لباس اچھا پہنو۔	=
زیبائش و آرائش کی ممانعت نہیں۔	=
البتہ فضول خرچی نہ کرو۔	=
۶ ۔ صحت اور صفائی	۴۴
علم اور جسمانی صحت دونوں ضروری ہیں۔	=
بیماری کا علاج ضروری ہے۔	۴۵

عنوان	صفحہ
بے حیائی کی باتوں سے بھی بچو۔	۵۵
بے حیائی کی باتوں کو آگے نہ پھیلاؤ۔	=
گندہ لٹریچر۔ فحش تصویریں۔ بُری بُری سینما کی فلمیں۔ سب منع ہیں۔	۵۶
۱۰۔ چلنا	۵۷
تکبّر سے اکڑ کر مت چلو۔	=
نگاہیں نیچی رکھ کر چلو۔ (یعنی راستہ چلنے والی عورتوں کو گھورتے ہوئے نہ پھرو)۔	=
خیالات نیک رکھو۔	۵۸
۱۱۔ دیکھنا۔ سننا۔ سوچنا	۵۹
جب تک خود تحقیق نہ کر لو' بات آگے نہ بڑھاؤ۔	=
ہر معاملہ پر غور و فکر کرو۔	۶۰
عقل و ہوش سے کام لو۔	۶۱
دوسروں کی ٹوہ میں مت رہو۔	۶۲
اچھی باتیں سنو اور ان پر عمل کرو۔	=
بری باتوں سے دُور رہو۔	=

عنوان	صفحہ

چوتھا باب
باہمی میل جول

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

صفحہ	عنوان

عنوان	صفحہ

پانچواں باب
گھر کی زندگی

صفحہ	عنوان

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

صفحہ	عنوان

عنوان | صفحہ

ساتواں باب
اجتماعی زندگی

عنوان | صفحہ

آٹھواں باب
غیر مسلموں سے برتاؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

تعارف

(۱۹۴۵ء ایڈیشن)

یہ بات واضح ہے کہ قوموں کا مستقبل ان کی آنے والی نسلوں کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ جس قسم کی تعلیم آپ اپنے بچوں کو دیں گے اور ان کی جس قسم کی تربیت کریں گے اسی قسم کی آپ کی قوم بن جائے گی۔ ادارہ طلوع اسلام اس حقیقت سے اچھی طرح واقف ہے' اس لئے وہ اپنے لٹریچر میں عام طور پر قوم کے نوجوانوں ہی کو مخاطب کرتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود ہم سے اکثر کہا جاتا تھا کہ ہم نے جو کچھ لکھا ہے وہ زیادہ پڑھے لکھے نوجوانوں کے لئے ہے۔ بچوں کے لئے یا عورتوں کے لئے یا پھر تعلیم یافتہ بڑوں کے لئے ایک ایسی کتاب کی ضرورت ہے

جس میں روزہ مرّہ کی زندگی کے متعلق قرآنی احکام درج ہوں ۔ ہم ان حضرات سے متفق تھے ۔

جیسا کہ ظاہر ہے، یہ کام بھی جناب پرویز ہی کے کرنے کا تھا جنہوں نے اپنی پوری زندگی آنے والی نسلوں کی تعلیم و تربیت کے لئے وقف کر رکھی ہے ۔ قریب بارہ تیرہ برس ہوئے انہوں نے 'اسلامی معاشرت' کے نام سے ایک چھوٹا سا رسالہ لکھا تھا ۔ جس میں چھوٹے چھوٹے عنوانات کے ماتحت روزمرّہ کی زندگی کے متعلق قرآنی احکام درج تھے ۔ تقسیم سے پہلے اس رسالہ کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے تھے ۔ لیکن پاکستان میں یہ ابھی تک نہیں چھپا تھا ۔ محترم پرویز صاحب نے اپنی گوناگوں مصروفیتوں میں سے وقت نکال کر اس رسالہ پر نظرِثانی کی ہے ۔ نظرِثانی نہیں، بلکہ اسے نئے سرے سے مرتّب کر دیا ہے جو 'اسلامی معاشرت' ہی کے نام سے آپ کے سامنے ہے ۔

اس رسالہ میں مسلمانوں کی روزمرّہ کی زندگی کے متعلق قرآنی ہدایات ہیں ۔ بڑے بڑے مسائل یا قوانین اس میں درج نہیں ۔ پہلے باب میں اسلام کے متعلق چند اصولی باتیں درج کر دی گئی ہیں ۔ جن بچّوں کو یہ باب مشکل نظر آئے وہ اسے چھوڑ دیں ۔ لیکن اگر ان کے والدین یا استاد

انہیں اس باب کا مطلب اچھی طرح سے سمجھا دیں تو اس سے انہیں بہت فائدہ پہنچے گا ۔

بعض احباب کا مدّت سے اصرار تھا کہ پاکستان بن جانے کے بعد اس کی بھی ضرورت ہے کہ حکومت کے ملازمین کو بتایا جائے کہ قرآن شریف کی رُو سے ان کے حقوق اور فرائض کیا ہیں ۔ چنانچہ 'اسلامی معاشرت' میں ایک الگ باب ان کے لئے بڑھا دیا گیا ہے ۔ اس باب میں کچھ باتیں ایسی بھی آگئی ہیں جو دوسرے ابواب میں موجود ہیں ۔ لیکن یہ اس لئے کیا گیا ہے کہ یہ باب مکمّل اور مستقل بن جائے ۔

جو لوگ اس کتاب کے پڑھنے کے بعد محسوس کریں کہ انہیں اسلام کے متعلق اس سے زیادہ معلومات حاصل کرنے کی ضرورت ہے وہ ادارہ طلوع اسلام کی طرف سے شائع کردہ لٹریچر کی فہرست منگا لیں اور اپنی منشاء کے مطابق کتابوں کا انتخاب کر لیں ۔ ادارہ طلوع اسلام قرآنی لٹریچر شائع کرتا ہے ۔

آخر میں اتنا عرض کر دینا ضروری ہے کہ جو باتیں اس رسالہ میں (یا خود قرآنِ کریم میں) درج ہیں ان کا محض پڑھ لینا یا سمجھ لینا کافی نہیں ۔ ان کا فائدہ اسی صورت میں ہو گا جب ان پر عمل کیا جائے ۔ آپ ان پر

طبع جدید

اس مختصر سے کتابچہ کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر مقبولیت عطا فرمائی کہ اس کے متعدّد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں اور اس کی مانگ بدستور جاری ہی نہیں بلکہ اس میں دن بدن اضافہ ہوتا جاتا ہے ۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلیٰ ذٰلِکَ ۔ اب اس کا تازہ ایڈیشن پیش خدمت ہے جو مبنی ہے ۱۹۶۵ء کے ایڈیشن پر ۔ اس میں جو کچھ لکھا گیا ہے چونکہ وہ خالصتہً قرآن کریم کی تعلیم پر مبنی ہے اس لئے، ہم سمجھتے ہیں کہ اسے، ہر 'فرقہ' کے بچّوں کو بلا تامّل پڑھایا جاسکتا ہے ۔

امید ہے کہ آپ ہم سے متفق ہوں گے کہ اگر اس قسم کی کتابیں ہمارے بچوں کے نصابِ تعلیم میں داخل ہو جائیں تو وہ شروع ہی سے صحیح اسلامی ذہنیت لے کر پروان چڑھیں ۔

ناظم ادارہ طلوع اسلام

۲۵/بی ۔ گلبرگ ۔ لاہور

اگست ۔ ۱۹۷۲ء

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

پہلا باب

چند بنیادی باتیں

اسلام کسے کہتے ہیں؟

(۱)

وہ دیکھو! سڑک پر حادثہ ہو گیا۔ دو موٹریں ٹکرا گئیں۔ لوگ جمع ہو گئے۔ غنیمت ہے کہ کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔ کسی کے چوٹ بھی زیادہ نہیں آئی۔ اتنے میں پولیس کا سپاہی آگیا۔ اس نے آتے ہی، بغیر کچھ پوچھ گچھ کئے ایک موٹر والے سے کہا قصور تمہارا ہے۔ چنانچہ وہ اُسے تھانے لے گیا۔ اب اس پر مقدّمہ چلے گا اور عدالت سے سزا ملے گی۔

تم حیران ہو گے کہ سپاہی نے آتے ہی ایک موٹر والے سے کیسے کہہ دیا کہ قصور تمہارا ہے اور اس نے بھی بغیر کچھ کہے اسے تسلیم کر لیا۔ بات صاف تھی۔ سڑک پر

چلنے کے لئے قانون یہ ہے کہ ہر شخص اپنے بائیں کی طرف چلے ۔ وہ موٹر والا، سامنے سے بائیں ہاتھ کی بجائے، دائیں کی طرف آ رہا تھا ۔ اُس کا ایسا کرنا قانون کے خلاف تھا ، اِس لئے اُس نے جُرم کیا اور اب سزا پائے گا ۔ دوسرا موٹر والا، قانون کے مطابق اپنے ہاتھ جا رہا تھا ۔ اس لئے اسے گرفتار نہیں کیا گیا ۔

دوسری مثال

ہسپتال میں ایک لڑکا آیا ۔ اُس نے آگ میں ہاتھ ڈال دیا تھا ۔ جس سے اُس کا ہاتھ بُری طرح جل گیا ۔ اب وہ مارے درد کے چیخ رہا تھا ۔ اس کی بُری حالت ہو رہی تھی ۔ اس کا باپ کہہ رہا تھا ۔

"اچّھا ہوا! اِسے اپنے کئے کی سزا ملی ۔ ہم اسے روز سمجھایا کرتے تھے کہ آگ کے ساتھ نہیں کھیلا

کرتے ، لیکن یہ اس سے باز ہی نہیں آتا تھا ۔ اَب جل گیا ہے تو آئندہ کے لئے اِسے نصیحت آ جائے گی"۔

اِس لڑکے کو کس بات کی سزا ملی؟ قانون کے خلاف چلنے کی ۔ شاید تم پوچھو کہ وہ کونسا قانون ہے جس کی اس نے خلاف ورزی کی ہے ۔ اِسے اچھی طرح سمجھ لو ۔

آگ کی خاصیّت یہ ہے کہ جو شخص اس میں ہاتھ ڈالے ، اس کا ہاتھ جل جائے گا ۔ اس کو بھی قانون کہتے ہیں ۔ پہلی مثال میں یہ قانون (کہ ہمیشہ دائیں ہاتھ کی طرف چلو) انسانوں کا بنایا ہوا ہے ۔ دوسرا قانون (کہ آگ کی خاصیّت یہ ہے کہ وہ جلاتی ہے) خدا کا بنایا ہوا قانون ہے ۔ خدا نے اِس قسم کے بہت سے قانون بنائے ہوئے ہیں ، جن کے خلاف چلنے سے انسان کو بڑا نقصان پہنچتا ہے ۔

خدا کے بنائے ہوئے قانونوں کے مطابق زندگی بسر کرنے کو اِسلام کہتے ہیں ۔ اور جو شخص اس طرح

زندگی بسر کرتا ہے، اُسے مُسلم (یا مسلمان) کہتے ہیں ۔
انسانی زندگی سے متعلّق قوانین، خدا کی کتاب، قرآنِ مجید میں محفوظ ہیں ۔

تم نے یہ بات بھی سمجھ لی ہو گی کہ قانون کے مطابق زندگی بسر کرنے سے انسان خود بھی امن اور سلامتی میں رہتا ہے اور دوسرے بھی امن اور سلامتی سے رہتے ہیں ۔ اگر وہ موٹر والا، قانون کے مطاق، بائیں طرف چلتا تو وہ خود بھی امن اور سلامتی میں رہتا اور دوسرا موٹر والا بھی امن اور سلامتی سے آگے چلا جاتا ۔
اس لئے اسلام کے معنی اَمن اور سلامتی کے بھی ہیں ۔

خدا کے قانون اور انسانوں کے قانون میں فرق

(۲)

تم نے ایسا بھی سُنا ہو گا کہ موٹروں کی ٹکّر ہوئی اور جس موٹر والے کا قصور تھا وہ موٹر بھگا کر لے گیا اور پکڑا نہیں گیا اس لئے وہ سزا سے بچ گیا۔

اور اگر وہ پکڑا جاتا ہے تو بعض اوقات پولیس کو رشوت دے کر، یا افسر کے پاس سفارش پہنچا کر، بھی سزا سے بچ جاتا ہے۔

جُرم کر کے بھاگ جانا یا رشوت اور سفارش کے ذریعے اپنے حق میں فیصلہ لے لینا، بہت بُری بات ہے۔ لیکن اِس وقت جس مقصد کے لئے ہم نے یہ بات بیان کی ہے وہ اور ہے، اسے غور سے سُنو!

موٹر والی مثال میں بعض اوقات مجرم، قانون کی خلاف ورزی کرنے کے باوجود سزا سے بچ جاتا ہے ۔ لیکن اب تم ذرا دوسری مثال پر غور کرو ۔

جس لڑکے نے آگ میں ہاتھ ڈالا تھا، وہ اگر کسی بند کمرے میں ایسا کرتا جہاں اسے دیکھنے والا کوئی نہ ہوتا تو بھی اس کا ہاتھ اسی طرح جل جاتا اور اسے اسی طرح درد ہوتا ۔ وہ جہاں جی چاہے بھاگ کر چلا جاتا، درد اس کا پیچھا نہ چھوڑتا ۔ وہ اگر چاہتا کہ کسی کو رشوت دے کر یا سفارش ڈلوا کر،اس تکلیف سے بچ جائے تو ایسا کبھی نہ ہو سکتا ۔ اُسے اس کے کئے کی سزا مِل کر رہتی ۔

انسانوں کے بنائے ہوئے قانون اور خدا کے بنائے ہوئے قانون میں یہ بنیادی فرق ہے ۔ انسانوں کے بنائے ہوئے قانون کی خلاف ورزی کرنے والا بعض وقت سزا سے بچ جاتا ہے،لیکن خدا کے بنائے ہوئے قانون کی خلاف ورزی کرنے والا کسی صورت میں بھی سزا سے

نہیں بچ سکتا ۔

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ جرم کرنے والا سزا سے بچ جاتا ہے اور کسی بے گناہ کو سزا مل جاتی ہے ، لیکن خدا کے قانون میں ایسا کبھی نہیں ہوتا ۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ آگ میں اُنگلی مَیں ڈالوں اور درد کسی اور کو ہونے لگ جائے ۔ جو آگ میں اُنگلی ڈالے گا درد اسی کو ہو گا ۔ جو ایسا نہیں کرے گا اسے درد نہیں ہو گا ۔

انسانوں کے بنائے ہوئے قانون اور خدا کے قانون میں یہ دوسرا بنیادی فرق ہے ۔ خدا کے قانون میں کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ جُرم کرنے والے کو سزا نہ ملے اور بے گناہ مفت میں پکڑا جائے اور سزا پائے ۔

* * *

ایمان کسے کہتے ہیں

(۳)

ایک شخص کو تین دن سے کچھ کھانے کو نہیں ملا ۔ بھوک سے اس کا بُرا حال ہو رہا ہے ۔ وہ بالکل نڈھال ہو رہا ہے ۔ وہ اپنے ایک دوست کے ہاں جاتا ہے ، جو اس کے لئے گرم گرم پلاؤ کی پلیٹ لاتا ہے ۔ وہ اس کی طرف لپک کر بڑھتا ہے ۔ جلدی سے لُقمہ اٹھاتا ہے اور مُنہ کے قریب لے جاتا ہے کہ اتنے میں ایک لڑکا بھاگے بھاگے آتا ہے اور کہتا ہے کہ اس پلاؤ میں غلطی سے نمک کی جگہ سنکھیا پڑ گیا ہے ۔

آپ کا کیا خیال ہے کہ وہ بُھوکا اُس پلاؤ کو کھا لے گا؟ وہ اسے کبھی نہیں کھائے گا ۔ وہ بھوک کی سخت

تکلیف

برداشت کر لے گا لیکن اس لقمہ کو مُنہ میں نہیں ڈالے گا ۔ وہ پلیٹ کو اٹھا کر پھینک دے گا ۔

اس نے اس قدر سخت بُھوک کے باوجود، اس پلاؤ کو کیوں نہیں کھایا ۔ اس لئے کہ اسے یقین ہے کہ اس کے کھانے سے وہ ہلاک ہو جائے گا ۔ اسے ہزار لالچ دیجئے ، وہ اسے کبھی نہیں کھائے گا ۔ اس پر کتنی ہی سختی کیجئے وہ کبھی لقمہ منہ میں نہیں ڈالے گا ۔

خدا کے قوانین پر اس قسم کے پختہ یقین کو ایمان کہتے ہیں اور اس قسم کے ایمان رکھنے والے کو مومن کہا جاتا ہے ۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کا انسان (یعنی مومن) ان تمام نقصانات سے محفوظ رہے گا جو ان قوانین کی خلاف ورزی سے پہنچ سکتے ہیں ۔ یہ وجہ ہے کہ ایمان کا لازمی نتیجہ امن ہوتا ہے ۔

لیکن مومن، اپنے آپ ہی کو ایسے نقصانات اور خطروں سے محفوظ نہیں رکھتا ۔ وہ دوسروں کو بھی ان سے

محفوظ رکھنے کی کوشش کرتا ہے ۔ اس لئے مومن کے
معنی ہیں، وہ شخص جس کی زندگی کا مقصد یہ ہو کہ وہ دنیا میں
امن قائم کرے ۔

چونکہ خدا کے قوانین کے مطابق چلنے سے، دنیا امن
میں رہتی ہے اس لئے خدا کی ایک صفت المومن (۵۹/۲۳)
بھی ہے ۔ یعنی امن دینے والا ۔

اس مثال میں یہ بھی دیکھئے کہ جس بھوکے نے زہر ملے
ہوئے پلاؤ کو نہیں کھایا وہ اس کے نقصان سے تو محفوظ رہا ہے
لیکن اس سے اس کی بھوک کا علاج نہیں ہوا ۔ اس کے لئے
ضروری ہے کہ اُسے عمدہ کھانا ملے ۔ اس سے ظاہر ہے کہ انسان
کے لئے اتنا ہی کافی نہیں کہ وہ خطروں سے محفوظ رہے ۔ اس
کے لئے اس سے کچھ زیادہ بھی ضروری ہے ۔

یہ کیا ہے؟ اسے اگلے عنوان میں دیکھئے ۔

* * *

ربوبیت

(۴)

آپ ایک طوطا پالتے ہیں ۔ اس کی حفاظت کے لئے اسے پنجرے میں رکھتے ہیں تاکہ اُسے بلّی دبوچ کر نہ لے جائے ۔ اس کے ساتھ ہی آپ اس کے پانی اور دانے کا بھی انتظام کرتے ہیں تاکہ اس کی پرورش ہوتی جائے ۔ پھر آپ ہر روز بڑی محنت سے اُسے بولنا سکھاتے ہیں ۔ اِس کے لئے خاص احتیاط برتتے ہیں کہ وہ اچّھی باتیں سیکھے ۔ بُری باتیں نہ سیکھے ۔

اس تمام پروگرام کو عربی زبان میں ربوبیت کہتے ہیں یعنی کسی کی پرورش کرنا ۔ تربیّت کرنا ۔ اور ایسا کرنے والے کو رَبّ کہتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ کو رَبّ اسی لئے کہتے

ہیں کہ اس نے انسانوں کی پرورش کے لئے رزق کا سامان پیدا کر دیا ہے اور ان کے اندر علم حاصل کرنے اور بلند اخلاق پیدا کرنے کی صلاحیت رکھ دی ہے ۔ لیکن اس کے باوجود آپ دیکھتے ہیں کہ دنیا میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جنہیں نہ پیٹ بھر کر کھانے کو ملتا ہے ، نہ پہننے کو کپڑے ۔ نہ رہنے کے لئے مکان ، نہ بیماری میں ان کا علاج ہوتا ہے ۔ نہ ان کے بچّوں کی تعلیم کا انتظام ہوتا ہے ۔ وہ جاہل رہ جاتے ہیں ۔ یعنی ان لوگوں کی پرورش اور ان کے بچّوں کی تربیّت نہیں ہوتی ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خدا نے لوگوں کی پرورش کے لئے جو کچھ دے رکھا ہے ، اس کا صحیح انتظام نہیں کیا جاتا ۔

مومنوں کا فریضہ یہ ہے کہ وہ ایسا انتظام کریں جس سے تمام لوگوں کی پرورش بھی ہوتی جائے اور ان کے بچّوں کی صحیح تعلیم و تربیّت بھی ۔ جس جگہ اس قسم کا

انتظام ہو اُسے اسلامی معاشرہ کہتے ہیں ۔ اور جس طریق
سے ایسا انتظام کیا جاتا ہے اُسے اسلامی معاشرت ۔
معاشرت کے معنی ہیں مِل جُل کر رہنا ۔

اِسلامی معاشرہ کیسے قائم ہونا ہے ؟

(۵)

سابقہ صفحات میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ دنیا میں امن اور سلامتی قائم رکھنے اور تمام لوگوں کی پرورش اور تربیت کے لئے ضروری ہے کہ اسلامی معاشرہ قائم کیا جائے ۔ ظاہر ہے کہ اسلامی معاشرہ وہ ہو گا جس میں تمام لوگ خدا کے قوانین کے مطابق زندگی بسر کریں اور کوئی بات اُن قوانین کے خلاف نہ ہو ۔

آپ کے دل میں یہ سوال پیدا ہو گا کہ وہ قوانین ہمیں کہاں سے ملیں گے ؟ اس کا جواب واضح ہے ۔ یہ قوانین ، اللہ تعالیٰ نے ہمارے رسولِ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو وحی کے ذریعے دیئے تھے اور اب وہ ،

سب کے سب' قرآن شریف کے اندر محفوظ ہیں۔ انہی قوانین کو قرآن شریف کے احکام بھی کہتے ہیں۔ (احکام حکم کی جمع ہے)۔ جس معاشرہ میں خدا کے احکام کے مطابق زندگی بسر ہوتی ہو اسے اسلامی حکومت کہتے ہیں۔ قرآن شریف میں ہے۔

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ
فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ○ (۵/۴۴)

جو لوگ خدا کے حکموں (قرآن شریف) کے مطابق اپنے معاملات کا فیصلہ نہیں کرتے' وہ کافر ہیں۔

یعنی مومن اور کافر میں فرق یہ ہے کہ مومن' قرآن شریف کے احکام کو مانتے اور ان کے مطابق کام کرتے ہیں اور کافر ان احکام کو نہیں مانتے۔

(یاد رکھو! کافر کا لفظ گالی نہیں۔ اس کے معنی ہیں قرآن شریف کے حکموں کو نہ ماننے والا)۔

پیارے بچّو! جب تم بڑے ہو گے تو قرآن شریف
گے بڑے بڑے احکام تمہارے سامنے آئیں گے ۔ اِس
کتاب میں اس قسم کے چھوٹے چھوٹے احکام بیان کئے
جاتے ہیں جن کا تعلّق ہماری روزمرّہ کی زندگی سے ہے ۔
انہیں بڑے غور سے پڑھو ۔ اچّھی طرح سمجھو اور پھر ان
کے مطابق کام کرو ۔ یاد رکھو! فائدہ اُسی بات سے ہوتا ہے
جس پر عمل کیا جائے ۔ جس بات کو سمجھ تو لیا جائے لیکن
اس پر عمل نہ کیا جائے اس سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا ۔ اگر
تمہیں اچّھی طرح سے معلوم ہو جائے کہ ورزش کرنے سے
صحت ٹھیک رہتی ہے ، لیکن تم ورزش کرو نہیں ۔ تو
تمہاری صحت ٹھیک نہیں رہ سکتی ۔ صحت اسی کی ٹھیک
رہے گی جو ورزش کرے گا ۔ خدا کے احکام کو سمجھنے کا
فائدہ اسی کو ہو گا جو اُن پر عمل کرے گا ۔

چھوٹی چھوٹی باتیں

(٦)

ہم نے کہا ہے کہ اس کتاب میں قرآن شریف کی چھوٹی چھوٹی باتیں بیان کی گئی ہیں ۔ اس سے تم یہ نہ سمجھ لینا کہ چھوٹی چھوٹی باتوں کی اہمیت کم ہوتی ہے ۔ انسان کی زندگی میں چھوٹی سے چھوٹی بات بھی بڑی اہمیت رکھتی ہے اسے ایک مثال سے سمجھو ۔

ایک شخص کے پاس چاول ، گھی ، گوشت ، مسالحہ ، لکڑی ، پانی ، دیگچہ سب کچھ ہے ۔ اسے پلاؤ پکانا بھی آتا ہے ۔ لیکن اتفاق سے اس کے پاس ماچس نہیں ۔ سوچو کہ کیا وہ شخص پلاؤ پکا سکے گا؟ ماچس کی ایک تیلی کی قیمت کیا ہے؟ لیکن دیکھئے! اس ایک تیلی کے نہ ہونے سے سب کچھ دھرے کا دھرا رہ گیا ۔

یہی کیفیت انسانی زندگی میں مختلف احکام کی ہے ۔ احکام چھوٹے ہوں یا بڑے، سب اپنی اپنی جگہ اہمیت رکھتے ہیں ۔ اس لئے قرآن شریف کے جو احکام اس کتاب میں بیان کئے گئے ہیں، انہیں کم اہم نہ سمجھو ۔

دُوسرا باب

چند بُنیادی اصُول

احترامِ انسانیت

(۱)

دنیا میں جتنے بچّے پیدا ہوتے ہیں، سب انسانی بچّے ہوتے ہیں ، یعنی انسان ہونے کی حیثیت سے سب ایک جیسے ہوتے ہیں ۔ کوئی بچّہ پیدائش کے لحاظ سے نہ امیر ہوتا ہے نہ غریب ۔ نہ سیّد ہوتا ہے نہ پٹھان ۔ نہ ادنیٰ ہوتا ہے نہ اعلیٰ ۔ نہ افسر ہوتا ہے نہ ماتحت ۔ لیکن ہم ان بچّوں میں خود فرق پیدا کر دیتے ہیں ۔ امیر کے بچّے کو ہر ایک اُٹھائے اُٹھائے پھرتا ہے ۔ غریب کے بچّے کو کوئی پوچھتا تک نہیں ۔ حاکم اور افسر کے بچّے کی ہر ایک عزّت کرتا ہے ۔ ماتحت اور ملازم کے بچّے کو بات بات پر جھڑکیاں پڑتی ہیں ۔ حالانکہ نہ امیر کے

بچّے کی یہ کوئی اپنی خوبی تھی کہ وہ امیر کے گھر میں پیدا ہوگیا ۔ نہ غریب کے بچّے کا کوئی قصور تھا کہ وہ غریب کے گھر پیدا ہو گیا ۔ پیدائش پر کسی کو کوئی اختیار نہیں ہوتا ۔ اس لئے امیر اور غریب ، حاکم اور ماتحت کے بچّوں میں محض پیدائش کے لحاظ سے یہ فرق، سخت بے انصافی کی بات ہے ۔ اسی طرح بعض ذاتوں کو اونچا اور بعض کو نیچا سمجھنا، بڑا غلط ہے ۔ خدا کا فرمان یہ ہے کہ

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ ‎۱۷/۷۰

"ہم نے تمام انسانی بچّوں کو یکساں طور پر عزّت کے قابل بنایا ہے"۔

اس لئے دنیا کا ہر انسان، انسان ہونے کے لحاظ سے عزّت کا مستحق ہے خواہ وہ کسی ملک کا رہنے والا ہو ، کسی قوم کا فرد ہو ۔ وہ کوئی سی زبان بولے ۔ اس کا کچھ ہی مذہب ہو ۔ وہ امیر کا بیٹا ہو یا غریب کا ۔ اس کا انسان ہونا اس کی عزّت کے لئے کافی ہے ۔

اب رہا یہ کہ معاشرے میں لوگوں کی عزّت اور ذلّت کا معیار کیا ہے ۔ سو اس کے لئے قرآن شریف کا اصول یہ ہے کہ

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ ۱۹/۴۶ ع

"ہر ایک کا درجہ اور مقام اس کے کاموں کے لحاظ سے متعیّن کرو"۔

یعنی جو اچّھے کام کرے اس کی عزّت زیادہ ہو ۔ جو بُرے کام کرے اس کا درجہ کم ہو ۔ جب اچّھے کام کرنے والا ، غلط کام کرنے لگ جائے تو اُسی نسبت سے اس کی عزّت کم ہو جائے ۔ جب غلط کام کرنے والا اچھے کام کرنے لگے تو انہی کاموں کے مطابق اس کا درجہ بڑھتا جائے ۔ یہ کبھی نہ دیکھا جائے کہ وہ کس کا بیٹا ہے اور کس کی اولاد ———— حتّٰی کہ

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَاللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ؕ ۱۳/۹ ع

"تم میں سب سے زیادہ عزّت کا مستحق وہ ہے جو سب سے زیادہ قوانین خداوندی کی پابندی کرتا ہے"۔

لڑکے اور لڑکیاں

ہمارے ہاں عام طور پر لڑکوں کو ترجیح دی جاتی ہے اور لڑکیوں کو کم تر درجے کا سمجھا جاتا ہے ۔ اسی نسبت سے، مردوں کو عورتوں کے مقابلہ میں، افضل سمجھا جاتا ہے اور عورت کو محض عورت ہونے کی وجہ سے، مردوں کے مقابلہ میں ذلیل قرار دیا جاتا ہے ۔ ایسا کرنا بہت بُری بات ہے ۔ قرآن شریف کی رُو سے لڑکے اور لڑکیاں مرد اور عورتیں ، سب انسان ہیں۔ اس لئے انسان ہونے کی جہت سے یکساں عزّت کے قابل ۔ پیدائش کی رُو سے نہ مرد، عورتوں سے افضل ہیں نہ عورتیں مردوں سے کمتر ۔ معاشرہ میں عزّت کا معیار، ہر ایک کا عمل (کام) ہے ۔ اور اعمال (کاموں) کی کیفیت یہ ہے کہ

لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ج بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ج ۳/۱۹۴

"عورت ہو یا مرد ۔ خدا کسی کے عمل کو ضائع نہیں کرتا"۔ (ہر ایک کا بدلہ یکساں طور پر ملتا ہے ۔ ان میں فرق ہو کیسے سکتا ہے؟ اس لئے کہ) مرد اور عورتیں، ایک دوسرے کے جزو ہیں ۔

اپنی اپنی ذمّہ داری

(۲)

تمہیں معلوم ہے کہ صبح کی سیر سے انسان کی صحت اچھّی ہو جاتی ہے ۔ لیکن تم نے کبھی یہ بھی دیکھا ہے کہ ایک شخص خود تو اپنے بستر میں لیٹا رہے اور اپنے ملازم سے کہے کہ وہ صبح اُٹھ کر، اُس کی جگہ تین میل کی سیر کر آیا کرے اور اس سے صحت اُس شخص کی اچّھی ہوتی چلی جائے؟ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا ۔

اسی طرح یہ بھی کبھی نہیں ہوتا کہ تم محنت سے پڑھتے رہو اور قابلیت اُس لڑکے کی بڑھتی رہے جو کتاب کو ہاتھ نہ لگائے اور سارا وقت کھیلنے میں ضائع کر دے ۔ یہ اس لئے کہ خدا کا قانون یہ ہے کہ

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ (۲/۲۸۶)

"جو اچھا کام کرے گا اس کا پھل اسی کو ملے گا ۔ جو
بُرا کام کرے گا اس کا نقصان بھی اُسی کو ہو گا"۔

دوسری طرف یہ بھی کہ

اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۙ ○ (۵۳/۳۸)

"کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ
نہیں اٹھائے گا"۔

ہر ایک اپنے اپنے کام کا آپ ذمّہ دار ہو گا ۔ نہ کوئی اپنا کام دوسرے پر لادے گا اور نہ ہی ایسا ہو گا کہ کرے کوئی اور بھرے کوئی ۔

اِسے خدا کا قانونِ مکافاتِ عمل کہتے ہیں ۔ یعنی وہ قانون جس کے مطابق ہر شخص کو اس کے کاموں کا ٹھیک ٹھیک بدلہ ملتا ہے ۔

تیسرا بابؒ

ذاتی خوبیاںؒ

جدّ و جُہد

(کوشِش)

(۱)

تم دنیا میں غور کرو ۔ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کے ذمّے جو کام لگا دیا ہے وہ اس کام کو تکمیل تک پہنچانے میں ہر وقت سرگرمِ عمل رہتی ہے ۔ سورج کس طرح اپنے وقت پر چڑھتا اور وقت پر ڈوب جاتا ہے ۔ سردی اور گرمی ، بہار اور خزاں ، کس طرح اپنے اپنے وقت پر آتی ہیں ۔ ہوائیں کس طرح اپنی اپنی سمت میں چلتی رہتی ہیں ۔ غرضیکہ کائنات کی ہر شے ہر وقت اپنے اپنے کام میں مصروف

ہر شے سرگرمِ عمل ہے

رہتی ہے ۔ اسلام، انسانوں سے بھی یہی توقع کرتا ہے اور انہیں اسی قسم کی زندگی بسر کرنا سکھاتا ہے ۔ وہ واضح الفاظ میں کہتا ہے کہ

لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی o (۵۳/۳۹)

"انسان اسی چیز کو بطور اپنے حق کے لے سکتا ہے جس کے لئے وہ کوشش کرے"۔

اس نے ایمان کے ساتھ "عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ" کی لازمی شرط لگا دی ہے ۔ یعنی مسلم وہ ہے جو خدا کے قوانین (قرآن شریف) کی صداقت پر یقین رکھے اور ایسے کام کرے

اعمال صالح | جن سے اس کی صلاحیتیں نشوونما پائیں ۔ جن سے دنیا سنور جائے اور ہر ایک کی اصلاح ہو جائے ۔ وہ کہتا ہے کہ انسان کی کامیابی اور ناکامی کا دارومدار اس کے اپنے کاموں پر ہے ۔

تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ o ۴۵/۲۸

"تمہیں اپنے کاموں ہی کا بدلہ ملتا ہے"۔

اس لئے وہ مومنوں کا شعار (طرزِ زندگی) یہ بتاتا ہے کہ
جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ط (۹/۸۸)
"وہ اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے ہمیشہ جدّ وجہد کرتے رہتے ہیں"۔ اور اس کے لئے جہاں دولت صرف کرنی پڑے دولت خرچ کرتے ہیں اور اگر جان تک بھی دینی پڑے تو جان بھی دے دیتے ہیں ۔

عملی زندگی لیکن یہ مقصد جس کی تکمیل کے لئے ایک مردِ مومن ہمیشہ مصروفِ عمل رہتا ہے اور ہر طرح کی قربانی کرتا ہے، یہی ہے کہ دنیا میں صحیح قرآنی نظام قائم ہو جائے ۔ جس سے تمام انسانوں کی ضروریاتِ زندگی پوری ہوتی رہیں اور ان کی انسانی صلاحیتوں کی نشوونما ہوتی جائے ۔

لہذا یاد رکھو! کوشش کے بغیر انسان کو کچھ نہیں ملتا ۔ اور ایک کا عمل دوسرے کی طرف منتقل نہیں ہوتا ۔ اسلام عمل سکھاتا ہے ۔ کوشش کرنے کی تاکید کرتا ہے اور ہر ایک کو اس کی کوشش کا پھل ملتا ہے ۔

اپنی کمائی

(۲)

جب اسلام، کوشش اور عمل کی اس قدر تاکید کرتا ہے تو ظاہر ہے کہ کسی شخص کا خود کچھ کام نہ کرنا اور دوسروں کی کمائی پر زندگی بسر کرنا اسلام کے نزدیک کس قدر بُرا ہو گا؟

اپنی کمائی دوسروں کی کمائی پر گزارہ کرنے والوں کو عربی زبان میں 'مترفین' کہتے ہیں ۔ قرآن کریم کی کئی ایک آیتوں میں لکھا ہے کہ مترفین، خدا کے دین اور اس کے رسولؑ کے سخت دشمن ہوتے ہیں ۔ وہ سہل انگار اور سُست ہو جاتے ہیں ۔ وہ محنت کرنے اور خود کما کر کھانے سے جی چراتے ہیں اور چاہتے

رزق کی تلاش ہیں کہ دوسرے محنت کریں اور وہ مفت کی کھاتے رہیں ۔ قرآن کریم ایسے لوگوں کی

سخت مخالفت کرتا ہے ۔ وہ مومنوں کو تاکید کرتا ہے کہ

فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللهِ الرِّزْقَ ۲۹/۱۷

"خدا کے مقرر کئے ہوئے قاعدے کے مطابق رزق کی تلاش کرو"۔

جائز طریقے سے رزق "خدا کے مقرر کئے ہوئے قاعدے" سے یہ مُراد ہے کہ رزق کو جائز طریقے سے حاصل کرو ۔ ناجائز طریقوں سے مت حاصل کرو ۔

لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ ... ○ (۲/۱۸۸)

"آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقے سے مت کھاؤ"۔

ناجائز رزق دھوکے، فریب یا چوری سے دوسرے کا مال لے لینا یا کسی کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھانا، دوسرے کی محنت کی کمائی کو خود لے جانا ، کسی کے حق میں کمی کر دینا ، سب ناجائز طریقے ہیں ۔

خرچ

(۳)

انسان کو محنت کر کے زیادہ سے زیادہ کمانا چاہیئے لیکن،

اسراف و تبذیر اسے اس کمائی میں سے خرچ کرنے میں نہ اسراف کرنا چاہیئے نہ تبذیر۔

اسراف کے معنی ہیں ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا اور تبذیر کے معنی ہیں بلاضرورت خرچ کرنا ۔ ایک مومن کو میانہ روی کی زندگی اختیار کرنی چاہیئے اور اس کے مطابق خرچ کرنا چاہیئے ۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر کسی کی کمائی اس کی

ضرورت سے زیادہ روپیہ ضرورتوں سے زیادہ ہو تو اسے کیا کرنا چاہیئے؟ ظاہر ہے

کہ دنیا میں لاکھوں، کروڑوں ایسے آدمی بھی ہیں جن کی کمائی ان کی ضروریات کے لئے کافی نہیں ہوتی ۔ یا جو کسی حادثے یا بیماری کی وجہ سے کمائی کرنے کے قابل نہیں رہتے ۔ ان کی ضروریات کا پورا کرنا اس نظامِ ربوبیت کے ذمّے ہے جسے مؤمنوں کی جماعت قائم کرتی ہے ۔ لہٰذا وہ روپیہ جو کسی کی اپنی ضروریات سے بچ جائے، اِس قسم کے لوگوں کا حق ہے ۔

وَفِیْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝ (۵۱/۱۹)

"ان کی دولت میں ضرورتمندوں اور محروموں کا حق ہے"۔

دُوسروں کا حق اپنی ضروریات سے جس قدر زیادہ ہو سب کا سب دوسروں کی پرورش کے لئے دے دینا ہو گا ۔

یَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ط قُلِ الْعَفْوَ ط (۲/۲۱۹)

"تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کس قدر مال و دولت اس مقصد کے لئے کھلا رکھنا چاہیئے ۔ ان سے کہہ دو کہ

جس قدر بھی ضروریات سے زیادہ ہو، سب کا سب ۔

نظام کے ماتحت

لیکن اس کمائی کو ربوبیتِ عامہ کے لئے ایک نظام کے ماتحت کھلا رکھنا ہو گا ۔ اسی نظام کو 'سبیل اللہ' کہتے ہیں ۔ یعنی اللہ کا بتایا ہوا راستہ ۔

اَنۡفِقُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ... ○ (۲/۱۹۵)

"اپنی کمائی کو خدا کے بتائے ہوئے نظام کی خاطر کھلا رکھو" ۔

جب نظام نہ ہو تو ...

جب یہ نظام قائم نہ ہو تو اُس وقت یہ روپیہ اپنے اپنے طور پر دوسرے ضرورتمندوں کی ضروریات پوری کرنے کے لئے خرچ کرنا چاہیئے ۔ لیکن یہ صرف مجبوری کی حالت ہے ۔ صحیح اسلامی زندگی وہی ہے جس میں صحیح اسلامی نظام قائم ہو ۔ اس لئے جب ایسا نظام قائم نہ ہو تو اس قسم کے نظام قائم کرنے کی کوشش کرنا،

مسلمانوں کا اوّلین فریضہ ہونا چاہیئے ۔ اسلامی نظام کے بغیر اسلامی زندگی بسر ہی نہیں ہو سکتی ۔ اسے اچھّی طرح یاد رکھنا چاہیئے ۔ اسلامی نظام کو اسلامی حکومت بھی کہتے ہیں ۔ یعنی وہ حکومت جو قرآنی احکام اور قوانین کو نافذ کرے ۔

کھانا پینا

(۴)

حرام چیزیں قرآنِ کریم نے چار چیزوں کے متعلّق کہا ہے کہ ان کا کھانا حرام ہے ۔

حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَ مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللهِ ج ۲/۱۷۳

"تم پر حرام کیا جاتا ہے (۱) مُردار، (۲) بہتا ہوا لہو (۳) سؤر کا گوشت اور (۴) ہر وہ شے جسے اللہ کے سوا کسی اور کی طرف منسوب کیا جائے ۔

لیکن اگر ایسی مجبوری کی حالت ہو جائے کہ کچھ اور کھانے کو نہ ملے تو اس صورت میں حرام چیزوں کو بھی بقدرِ ضرورت کھایا جا سکتا ہے ۔

فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ
۲/۱۷۳

"لیکن بہ حالتِ مجبوری ان چیزوں کو کھا سکتے ہو ۔ بشرطیکہ یہ کھانا قانون شکنی اور خدا کے حکموں سے سرکشی کرنے کی غرض سے نہ ہو"۔

خوشگوار چیزیں ان چیزوں کے علاوہ کھانے پینے کی اور کوئی چیز حرام نہیں ۔ لیکن حلال چیزوں میں سے وہی کھانی چاہئیں جو خوشگوار ہوں ۔ یعنی وہ چیزیں جو طبیعت کو اچھی لگیں اور صحت کے لئے مفید ہوں ۔

كُلُوْا مِمَّا فِى الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا (۲/۱۶۸)

"زمین میں جو کچھ حلال اور خوشگوار ہے اسے کھاؤ"۔

حلال کو حرام مت قرار دو جس حلال چیز کے کھانے کو جی نہ چاہے اسے مت کھاؤ، لیکن اُسے حرام مت قرار دو ۔ یہ کہو کہ مجھے وہ پسند نہیں ۔ سورۂ مائدہ میں اللہ تعالیٰ نے کہا

ہے کہ لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَكُمْ
وَلَا تَعْتَدُوْا ۵/۸۷

"جو خوشگوار چیزیں خدا نے تمہارے لئے حلال
قرار دی ہیں، انہیں حرام مت قرار دو"۔

اسراف حلال اور خوشگوار کو بھی اعتدال کے ساتھ
کھاؤ ۔ ضرورت سے زیادہ مت کھاؤ ۔

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَاتُسْرِفُوْا ۷/۳۱

"کھاؤ پیو لیکن اسراف مت کرو"۔

تبذیر یعنی ضرورت سے زیادہ نہ کھاؤ ۔ نہ
ہی بلاضرورت ۔

لَاتُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۝ ۱۷/۲۶

تبذیر مت کرو ۔

کیسے کھانا چاہیئے خواہ مل کر کھاؤ ۔ خواہ الگ
الگ کھاؤ ۔

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ؕ ۲۴/۶۱

"اس میں کچھ ہرج نہیں کہ تم اکٹھے کھاؤ یا الگ الگ"۔

نوٹ

دستر خوان پر بیٹھ کر کھاؤ یا میز کرسی پر۔ ہاتھ سے کھاؤ یا چھری کانٹے سے۔ جس طرح سہولت ہو کھاؤ پیو۔ ان میں کوئی ہرج کی بات نہیں۔

***

زیب و زینت

وضع قطع انسان کو اپنی وضع قطع ایسی رکھنی چاہئیے جو اپنے آپ کو اور دوسروں کو خوشنما نظر آئے ۔ اسلام میں زیب وزینت کی چیزوں کا استعمال منع نہیں ہے ۔

مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللهِ الَّتِىٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ .... ○ (۷/۳۲)

"اللہ نے اپنے بندوں کے لئے جو زیب وزینت کی چیزیں پیدا کی ہیں انہیں کون حرام قرار دے سکتا ہے"؟

لباس لباس کا ضروری مقصد تو یہی ہے کہ اس سے انسان کی ستر پوشی ہو اور وہ سردی گرمی سے محفوظ رہے ۔ لیکن اس کی وضع قطع بھی دیدہ زیب ہونی چاہیئیے ۔

قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِىْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ط (۷/۲٦)

"ہم نے تمہارے لئے لباس بنایا ہے جو تمہاری ستر پوشی کرتا

ہے اور زینت و آرائش کا موجب بھی ہے"۔

حسن اور زیبائش دنیا کی ہر شے میں تناسب اور حسن ہے ۔ (تناسب کے معنی یہ ہیں کہ جو چیز جتنی ہونی چاہیئے اتنی ہی ہو ۔ مثلاً کھانے میں جس قدر نمک ہونا چاہیئے اتنا ہی ہو ، نہ کم نہ زیادہ ۔ اسی کو حُسن کہتے ہیں (یعنی عمدہ اور اچّھا ہونا)۔

اَحْسَنَ كُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ (۳۲/۷)

"خدا نے ہر شے کو بہترین حسن و تناسب کے ساتھ پیدا کیا ہے"۔

اس لئے انسان کے ہر انداز میں بھی حسن اور تناسب ہونا چاہیئے ۔ صاف ستھرا اور صحتمند جسم ۔ دیدہ زیب لباس (لیکن فضول خرچی سے بنایا ہوا نہیں)، پسندیدہ عادتیں اور دل کش نیک آرزوئیں ۔غرضیکہ اِس کی اِس دُنیا کی زندگی بھی خوشگوار اور حسین ہونی چاہیئے اور آخرت کی زندگی بھی ۔

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً (۲/۲۰۱)

"(اے ہمارے پروردگار) ہماری اس دنیا کی زندگی بھی حسین و خوشگوار بنا دے ۔ اور آخرت کی زندگی بھی حسین و خوشگوار" ۔

نوٹ:۔ اپنی وضع قطع خراب رکھنا ۔ شکل و صورت بدنما بنائے رکھنا ۔ اچھی بات نہیں ۔ لیکن اس کے یہ معنی بھی نہیں کہ انسان ہر وقت بننے سنورنے میں لگا رہے اور فیشن کی دُھن اس کے اعصاب پر سوار رہے ۔

صحت اور صفائی

(۶)

جیسا کہ ذرا آگے چل کر بتایا جائے گا، انسان کے لئے

علم اور صحت

علم کا ہونا نہایت ضروری ہے ۔ لیکن علم کے ساتھ اچّھی صحت کا ہونا بھی بہت ضروری ہے ۔ اچّھا دماغ اور عمدہ صحت، دونوں کی ضرورت ہوتی ہے ۔

زَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ط ۲/۲۴۷

"اللہ نے (حضرت طالوت کو) علم بھی بہت دیا تھا اور اس کے ساتھ ہی جسمانی قوت بھی بڑی عطا فرمائی تھی"۔

اگر بیماری آ جائے تو اس کا علاج نہایت ضروری

بیماری کا علاج ہے ۔ خدا نے مختلف چیزوں میں یہ تاثیر رکھی ہے کہ ان سے شفا مل جائے ۔ مثلاً شہد کے متعلق ہے کہ

فِيهِ شِفَآءٌ لِلنَّاسِ ط (١٦/٦٩)

"اس میں لوگوں کے لئے شفا ہے"۔

خدا نے صحت کے لئے جو قانون بنا دیا ہے اس کی

قاعدے کے مطابق علاج خلاف ورزی کرنے سے بیماری آجاتی ہے اور اُس کے مطابق عمل کرنے سے صحت حاصل ہو جاتی ہے ۔ حضرت ابراہیمؑ نے اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ

اِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ○ (٢٦/٨٠)

"جب میں بیمار ہو جاتا ہوں تو خدا (کا قانون) مجھے شفا دے دیتا ہے"۔

صفائی صحت کے لئے صفائی کی بڑی ضرورت ہے۔

وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُطَّھِّرِیْنَ ○ (۹/۱۰۸)

”اور اللہ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو پاک اور صاف رہتے ہیں“۔

نوٹ:۔ مُطَّھِّرِیْن کے معنی صرف یہی نہیں کہ انسان جسم اور کپڑوں کی صفائی رکھے ۔ اس کے معنی یہ بھی ہیں انسان اپنے دل اور دماغ کو بُرے بُرے خیالات سے پاک اور صاف رکھے ۔

شراب اور جوا

(۷)

قرآن شریف کی پانچویں سورت (المائدہ) میں ہے ۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ (۵/۹۰)

"اے ایمان والو! یقین جانو کہ خمر اور میسر، اور انصاب اور ازلام سب ناپاک فعل اور شیطانی کام ہیں ۔ لہٰذا تم ان سے بچو تاکہ تمہاری کوششیں کامیاب ہو جائیں ۔

نشہ آور چیزیں

خمر کے لفظی معنی ہیں ڈھانپ دینا ، پردہ ڈال دینا ۔ چونکہ شراب انسان

کی عقل پر پردہ ڈال دیتی ہے اس لئے شراب کو خمر کہتے ہیں۔ لیکن خمر کے تحت ہر وہ چیز آ جائے گی جو نشہ آور ہو اور جس سے انسان کی عقل و ہوش پر پردہ پڑ جائے ۔ لہٰذا تمام ایسی چیزوں سے پرہیز کرنا ضروری ہے ۔

میسرہ میسرہ کے عام معنی جؤا ہیں ۔ لیکن اس لفظ کا مادہ یُسر ہے جس کا مطلب ہے وہ دولت جو نہایت آسانی سے ہاتھ آ جائے (یسار بائیں ہاتھ کو کہتے ہیں ۔ جو کام بالکل آسان ہو اس کے لئے اُردو میں بھی کہتے ہیں کہ یہ تو میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے)۔ لہٰذا ہر وہ کھیل جس میں داؤ لگایا جائے (جؤا ۔ برج ۔ ریس وغیرہ) یا ہر وہ طریقہ جس سے بغیر محنت کئے پیسہ حاصل ہو جائے ، ناجائز ہے ۔ انسان کو اپنی محنت سے کمائی کرنی چاہیئے ۔

انصاب اسلام سے پہلے کعبہ کے گرد چند پتھر گڑے ہوئے تھے ، جن پر بتوں کے نام کی قربانی

کی جاتی تھی ۔ قرآنِ کریم نے اسے ناجائز قرار دے کر مسلمانوں سے کہہ دیا کہ کسی استھان پر یا قبروں پر چڑھاوے چڑھانا منع ہے [جیسا کہ اس باب کے سبق نمبر ۴ (عنوان "کھانا پینا") میں لکھا جا چکا ہے ، ہر وہ شے جسے اللہ کے علاوہ کسی اور کے نام کے ساتھ منسوب کیا جائے حرام ہو جاتی ہے]۔

ازلام اس کے لفظی معنی ہیں ایسے تیر جن کی اَنی نہ ہو ۔ اسلام سے پہلے عرب اس قسم کے تیروں سے فال لیا کرتے تھے اور قُرعے ڈالا کرتے تھے ۔

فال نکالنا قرآنِ کریم نے اسے ناجائز قرار دے دیا، اس لئے کہ وہ چاہتا یہ ہے کہ انسان تمام معاملات کے فیصلے سمجھ سوچ کر، اپنی عقل اور باہمی مشورے سے کیا کرے ۔ فالیں نکال کر یا قُرعے ڈال کر فیصلے نہ کیا کرے۔

لاٹری ڈالنا یہ انسان کی عقل کی توہین ہے ۔ آجکل جس طرح لاٹری ڈالی جاتی ہے، اس کا

شمار بھی قرعہ اندازی میں ہی ہے اور اس لئے یہ بھی
جائز نہیں ۔

یاد رکھو! قرآنِ کریم کی تعلیم یہ ہے کہ انسان اپنی عقل
سے کام لے اور محنت سے کمائی کرے اس لئے ہر وہ کام
جو اس کی عقل پر پردہ ڈالے اور اسے محنت کا عادی نہ رہنے
دے ، ناجائز ہے ۔

بول چال

(۸)

صاف بات بات ہمیشہ ایسی کرو جو سیدھی واضح اور صاف ہو ۔ جس میں کسی قسم کا پیچ نہ ہو ۔ جو ذُو معنی نہ ہو ۔ یعنی ایسی بات نہ ہو کہ اِس وقت اُس کا مطلب کچھ اور نکالو اور دوسرے وقت میں کچھ اور مطلب نکالو۔

قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا ○ ۳۳/۷۰

"ہمیشہ صاف ۔ واضح ۔ محکم ۔ سیدھی بات کرو"۔

شائستہ گفتگو شائستہ اور مہذّب گفتگو کرو ۔

قُوْلُوْا لَھُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ○ ۴/۵

"ایسی زبان بولو جو، معاشرہ میں شریفوں کی زبان تسلیم

کی جاتی ہو۔

اچھی اچھی باتیں | نہایت خوبصورت انداز سے۔ اعتدال کے ساتھ باتیں کرو۔ ایسی باتیں جو بہت اچھی ہوں۔

یَقُوْلُوا الَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ (۱۷/۵۳)

"خوبصورت انداز سے اعتدال کو قائم رکھتے ہوئے اچھی اچھی باتیں کرو۔"

جھوٹ اور فریب | مکر و فریب، تصنع اور بناوٹ، چال بازی اور فریب کاری کی باتیں کبھی نہ کرو۔

اِجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ (۲۲/۳۰)

عدل و انصاف کی باتیں | بے انصافی کی بات کبھی نہ کرو۔

اِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا (۶/۱۵۳)

"جب بھی بات کرو عدل و انصاف کی کرو۔"

سچ کو مت چھپاؤ سچ کو کبھی نہ چھپاؤ اور نہ ہی سچ کے ساتھ جھوٹ کو ملا کر بیان کرو ۔

لَاتَلْبِسُوْا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ ○ (۲/۴۲)

"سچ کو جھوٹ کے ساتھ خلط ملط مت کرو ۔ نہ ہی حق کو چھپاؤ"۔

چیخ چیخ کر باتیں کرنا چیخ چیخ کر باتیں مت کرو ۔ آواز کو نیچا رکھو ۔

وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ط اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ○ع (۳۱/۱۹)

"اپنی آواز کو نیچا رکھو ۔ بد ترین آواز گدھے کی ہوتی ہے"۔

* * *

لغو اور بے حیائی کی باتیں

(۹)

لغو سے پرہیز مہمل اور بے معنی باتوں سے ہمیشہ بچو ۔ انہیں لغو کہتے ہیں ۔ (لغو کے معنی ہیں پرندوں کی چیں چیں ۔ ایسی باتیں جن میں شور ہی شور ہو، مطلب کچھ نہ ہو) اس لئے مومنین کا وصف یہ ہے کہ

هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۙ۝ (۲۳/۳)

"وہ لغو باتوں سے ہمیشہ پرہیز کرتے ہیں"۔

اگر کہیں اس قسم کی مہمل، بے ہودہ، باتیں ہو رہی ہوں تو وہاں سے شریفانہ انداز سے گزر جانا چاہئیے ۔

وَ اِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ○ ۲۵/۷۲

"مومنوں کی صفت یہ ہے کہ اگر انہیں کہیں لغو کے پاس سے گزرنا پڑے تو وہ نہایت شریفانہ انداز سے گزر جاتے ہیں"۔

بے حیائی کی باتیں بے حیائی کی باتوں کے پاس تک نہ پھٹکو۔

وَلَا تَقْرَبُوْا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ (٦/١٥١)

"اور بے حیائی کی باتوں کے قریب تک نہ جاؤ۔ خواہ وہ بے حیائی کھلے بندوں ہو یا چھپی ہوئی"۔

بے حیائی کی باتوں کا پھیلانا نہ صرف یہ کہ خود ہی بے حیائی کی باتوں سے بچنا چاہیئے بلکہ ان باتوں کو سوسائٹی میں پھیلانا بھی نہیں چاہیئے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۲۴/۱۹

"جو لوگ مسلمانوں کے معاشرہ میں بے حیائی کی باتیں پھیلانا

پسند کرتے ہیں انہیں اس دنیا میں بھی دردناک سزا دینی چاہیئے اور آخرت میں بھی"۔

گندہ لٹریچر

لہذا فحش باتیں ، گندے گیت ، عریاں لٹریچر یا تصویریں ، سینما کی ایسی فلمیں جو بے حیائی پھیلائیں ، سب منع ہیں ۔ ایسا کرنے والا اسلامی معاشرہ میں بہت بڑے جرم کا مرتکب ہوتا ہے ، اسے سخت سزا ملنی چاہیئے ۔

نوٹ:۔ یہ جو کہا گیا ہے کہ لغو ، بے ہودہ ، مہمل ، بے فائدہ اور بے حیائی کی باتوں سے بچنا چاہیئے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ صرف اس قسم کی گفتگو سے بچنا چاہیئے ۔ اس قسم کی گفتگو سے بھی بچنا چاہیئے اور ایسے تمام کاموں سے بھی ۔

***

چَلنا

(۱۰)

اکڑ کر چلنا تکبّر سے اکڑ کر مت چلو۔

وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا ط (۳۱/۱۸)

"زمین پر اکڑ کر مت چلو"۔

نہ ہی بیماروں کی طرح سرجھکائے ، اپنے آپ کو گھسیٹتے ہوئے چلو ۔ بلکہ میانہ روی سے چلو ۔

وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِكَ . . . . ○ (۳۱/۱۹)

"اپنی چال میں میانہ رَوی اختیار کرو"۔

نگاہیں نیچی رکھو نگاہیں نیچی رکھ کر چلو۔ رہ گذر عورتوں کو بے حیائی سے مت گھورو ۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ ○ (۲۴/۳۰)

"اے رسول! مومن مردوں سے کہدو کہ نگاہیں نیچی رکھ کر

چلا کریں اور بلاضرورت اِدھر اُدھر نہ دیکھا کریں ۔ مرد بھی اور عورتیں بھی ۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ (۲۴/۳۱)

"مومن عورتوں سے بھی کہہ دو کہ نگاہیں نیچی رکھ کر چلا کریں اور بلاضرورت اِدھر اُدھر نہ دیکھا کریں"۔

خیالات نیک رکھو غیر عورتوں یا مردوں کی طرف بُری نظر سے دیکھنا تو ایک طرف، دل میں بھی بے حیائی کا خیال نہ آنے پائے اس لئے کہ

يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِى الصُّدُوْرِ ۝ (۴۰/۱۹)

"اللہ نگاہ کی خیانت اور دل کے رازوں تک سے واقف ہے"۔

نوٹ:۔ یہ جو کہا گیا ہے کہ 'نگاہیں نیچی رکھ کر چلو' تو اس سے مطلب یہ ہے کہ راہ چلتی ہوئی لڑکیوں اور عورتوں کو گھورتے نہ پھرو ۔ شریفوں کی طرح چلو اور اپنی نگاہوں کو بے باک نہ ہونے دو ۔

دیکھنا ۔ سننا ۔ سوچنا

(۱۱)

بلاتحقیق بات مت کرو

لوگوں کی عام عادت ہے کہ کوئی بات کہیں سے اُڑتی ہوئی سُنی اور اُسے، بغیر تحقیق کئے آگے پھیلانا شروع کر دیا ۔ قرآنِ کریم اس سے بڑی سختی سے روکتا ہے ۔ وہ کہتا ہے کہ

وَلَاتَقْفُ مَالَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ۱۷/۳۶

"جس بات کا تمہیں یقینی طور پر علم نہ ہو اس کے پیچھے مت لگو ۔ یاد رکھو تم سے پوچھا جائے گا کہ کیا تم نے

خود اپنے کانوں سے ایسا سنا تھا ۔ کیا اپنی آنکھوں
سے ایسا دیکھا تھا اور یہ بھی پوچھا جائے گا کہ تم نے
سمجھ سوچ کر اس کی تحقیق کر لی تھی اور خود تمہارے
اپنے دل نے تو اس کے اندر کچھ نہیں ملا دیا تھا"۔

غور و فکر کرو

ہر بات کو اچھی طرح سے سنو ۔ ہر چیز کو اچھی طرح سے
دیکھو ۔ پھر جو کچھ سنو اور دیکھو اس پر خوب غور
و فکر کرو ۔ اپنی عقل سے کام لو اور
اس کے بعد کسی نتیجے پر پہنچو ۔ جو لوگ
اپنی عقل و خرد سے کام نہیں لیتے اور آنکھیں بند کر کے
دوسروں کے پیچھے چلتے رہتے ہیں ، وہ انسان نہیں حیوان ہیں،
بلکہ ان سے بھی گئے گزرے ۔

لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ز وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ
بِهَا ز وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ط اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ
بَلْ هُمْ اَضَلُّ ط اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ○ (٧/١٧٩)

"ان کے دل تو ہوتے ہیں لیکن ان سے سمجھنے سوچنے کا کام نہیں لیتے ۔ آنکھیں ہوتی ہیں لیکن ان سے دیکھنے کا کام نہیں لیتے ۔ کان ہوتے ہیں مگر ان سے سننے کا کام نہیں لیتے ۔ یہ انسان نہیں، حیوان ہوتے ہیں ۔ بلکہ ان سے بھی زیادہ راہ گم کردہ ۔ اس لئے کہ یہ عقل و خرد کے باوجود انجان بنے رہتے ہیں" ۔

عقل کے اندھے | جو لوگ غور و فکر سے کام نہیں لیتے ، قرآنِ کریم انہیں اندھا قرار دیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ لوگ کبھی ان کے برابر نہیں ہو سکتے جو عقل و فکر سے کام لیتے ہیں اور ہر کام سوچ سمجھ کر کرتے ہیں ۔

هَلْ يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۭ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ○

"کیا اندھا اور آنکھوں والا کبھی برابر ہو سکتا ہے؟(٦/٥٠) کیا تم لوگ اتنا بھی نہیں سوچتے"؟

جو بات سنو اس پر غور کرو ۔ لیکن خواہ مخواہ دوسروں

ٹوہ میں نہ رہو کی باتوں کی ٹوہ میں نہ لگے رہو ۔
یہ بہت بُری بات ہے ۔

وَلَا تَجَسَّسُوْا (۴۹/۱۲)

"لوگوں کی باتوں کی ٹوہ میں نہ رہا کرو"۔

سُنو اور عمل کرو جو بات سامنے آئے اس پر
غور و فکر کرو ۔ پھر
ان میں سے اچّھی باتوں پر عمل کرو ۔ اچّھی باتوں کا
محض سُن چھوڑنا کچھ فائدہ نہیں دیتا ۔ اصل
فائدہ اُن پر عمل کرنے سے ہوتا ہے ۔ مومنوں کا
طریقہ یہ ہے کہ

سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا (۲/۲۸۵)

"ہم نے سنا اور اس کی اطاعت کی"۔

بُری بات سے دُور رہو اور جو بُری بات سنو اُس
سے دُور رہو ۔

اِذَا سَمِعُوْا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ . . . . ○ (۲۸/۵۵)

"جب کوئی لغو بات سنیں تو اس سے دُور ہٹ جائیں"۔

تعلیم

(۱۲)

علم انسان کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اُسے علم دیا گیا ہے ۔

عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا (۲/۳۱)

"خدا نے آدم کو تمام اشیاء کا علم دے دیا"۔

زبانی علم، زبانی باتوں سے بھی سکھایا جاتا ہے ۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۙ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ○ (۵۵/۳—۴)

"خدا نے انسان کو پیدا کیا ۔ اور اسے باتیں کرنا سکھایا"۔

تحریری اور تحریر کے ذریعے بھی ۔

عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ (۹۶/۵)

"اس نے انسان کو لکھنا سکھایا اور ان چیزوں
کا علم دیا جن سے وہ واقف نہیں تھا"۔

بے علم

علم والا اور بے علم کبھی برابر نہیں ہو سکتے ۔

قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ
لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ (۳۹/۹)

"ان سے پوچھو کہ کیا علم رکھنے والے اور بے علم
دونوں ایک جیسے ہو سکتے ہیں"؟

علم کی کوئی حد نہیں

علم کی کوئی حد نہیں ۔ اس لئے کسی وقت بھی یہ نہیں
سمجھ لینا چاہیئے کہ میں نے ہر ایک علم کو ختم کر لیا ہے ،
اب مجھے کچھ حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے ۔ ہمیشہ علم
کی تلاش میں رہنا چاہیئے اس لئے کہ

فَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ۝ (۱۲/۷۶)

"ہر علم والے کے اوپر کوئی نہ کوئی اور علم والا ہوتا ہے"۔

لیکن دنیا میں جتنے بھی علم ہیں وہ سب انسانی عقل کے پیدا کردہ ہیں اور انسانی عقل غلطی کر سکتی ہے ۔ ان

وحی کا علم

تمام علموں کے اوپر خدا کا علم ہے جو کبھی غلطی نہیں کرتا ۔ خدا کا یہ علم وحی کے ذریعے رسولوںؑ کو ملتا ہے ۔ ہمارے رسولِؐ کریم کو جو علم خدا کی طرف سے ملا تھا وہ قرآن شریف کے اندر ہے ۔ اس لئے قرآن کریم میں کوئی غلطی نہیں اور اس میں جو کچھ لکھا ہے بالکل یقینی ہے ۔ انسان کا کوئی علم اس تک نہیں پہنچ سکتا ۔

چوتھا باب

باہمی میل جول

اَلسَّلامُ عَلَیکُم

(۱)

دنیا کی ہر قوم میں دستور ہے کہ جب دو آدمی ملیں تو ایک دوسرے سے سلام دُعا کریں۔ ہندو ملتے ہیں تو بندگی کہتے ہیں یا جُھک کر پَیر چھوتے ہیں۔ گویا ظاہر کرتے ہیں کہ میں آپ کا غلام ہوں (بندگی کے معنی ہیں غلامی بلکہ آپ کے پیروں تلے کی خاک سے بھی کم ہوں)۔

سَلام دُعا کے طریقے

انگریز ملتے ہیں تو صبح کا وقت ہو تو کہتے ہیں "گُڈ مارننگ" اور شام کا وقت ہو تو کہتے ہیں "گُڈ ایوننگ" اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی صبح اچھی طرح گزرے یا آپ کی شام بخیریت گزرے۔

مسلمانوں کا طریقہ

مسلمانوں میں السّلام علیکم ، و علیکم السّلام کا طریقہ رائج ہے ۔ اس میں پہل کرنے والا یہ کہتا ہے کہ میری آرزو یہ ہے کہ آپ کی نشو و نما پوری اور مکمّل طریق پر ہو ۔ آپ ہر طرح خیریت اور سلامتی سے رہیں اور اس کے لئے اگر کسی وقت میری مدد کی ضرورت ہو تو میں بسر و چشم حاضر ہوں ۔ جواب دینے والا بھی اسی آرزو کو ظاہر کرتا ہے اور امداد کے وعدے کو اسی انداز سے دہراتا ہے ۔

قرآن کا حکم

دیکھو! اس "السّلامُ علیکُم" میں پورے اسلام کا مقصد کس طرح سمٹ کر آگیا ہے اور یہ باہمی ہمدردی اور تعاون کا کیسا پاکیزہ اور اطمینان دلانے والا طریقہ ہے ۔ اسی لئے قرآن کریم کا حکم ہے کہ

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ؕ (٤/٨٦)

"جب کوئی تمہیں زندگی بخش دعا دے تو تم اسے اس سے بھی بہتر دُعا دو ۔ یا کم از کم ویسی ہی دُعا"۔

اپنے گھر والوں کو سلام

یہ دعا اور سلام صرف باہر والوں کے لئے ہی نہیں ۔

حکم یہ ہے کہ جب تم اپنے گھروں میں جاؤ تو گھر والوں کو بھی اسی اسلامی طریقہ سے دعا اور سلام کہو

فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُیُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰۤی اَنْفُسِکُمْ تَحِیَّۃً مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ مُبٰرَکَۃً طَیِّبَۃً ؕ (۲۴/۶۱)

"جب تم گھر جاؤ تو اپنے اہلِ خانہ کو اللہ کی طرف سے دعائے خیر کہا کرو ۔ وہ دُعا جو تمام برکتوں اور خوشگواریوں کی حامل ہے ۔

* * *

حُسنِ سُلوک

(۲)

قرآن کریم کا حکم ہے کہ دوسروں کے ساتھ احسان کرو ۔ احسان کے معنی ہیں حُسن پیدا کرنا ۔ حُسن نام ہے توازن اور تناسب کا ۔ یعنی جس جگہ جتنی چیز ہونی چاہیئے

احسان کے معنی

وہاں اتنی چیز ضرور ہو ۔ جس چیز کے مختلف حصوں میں صحیح تناسب ہو گا وہ حسین اور خوبصورت دکھائی دے گی ۔ تناسب کے نہ ہونے سے بھونڈاپن اور بدصورتی پیدا ہو جاتی ہے ۔ مسلمان وہ ہے جس کی اپنی ذات میں بھی ٹھیک ٹھیک اعتدال اور تناسب ہو اور دوسروں کے ساتھ معاملات میں بھی حُسن و خوبصورتی سے پیش آئے ۔

اگر کسی شخص میں، کسی وجہ سے کوئی کمی آجاتی ہے تو اس سے اس کا توازن بگڑ جاتا ہے ۔ اس کمی کو پورا کر دینے کا نام احسان ہے ۔ یعنی اس کے بگڑے ہوئے توازن کو قائم کر دینا ۔ مثلاً ایک شخص بڑھاپے کی وجہ سے یا بیماری کے باعث کمزور ہو گیا ہے اور وہ اپنی ضروریات پوری کرنے کے قابل نہیں رہا تو اس کی اس کمی کو پورا کر دینا اس کے ساتھ احسان ہو گا ۔ قرآن کریم کی رُو سے مسلمان وہ ہے جو

نیک سلوک

وَّ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰی .... وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۙ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ؕ (۴/۳۶)

"(جو) احسان کرتا ہے والدین کے ساتھ ۔ رشتہ داروں کے ساتھ ۔ یتیموں کے ساتھ ۔ ان کے ساتھ جو کام کاج کرنے کے قابل نہ رہیں ۔ ہمسائے کے ساتھ ۔ خواہ وہ

رشتہ دار ہو یا غیر ہو ۔ دوست اور رفیق کے ساتھ،
مسافروں کے ساتھ اور اپنے ماتحتوں کے ساتھ"۔
غرضیکہ مسلمان وہ ہے جو ہر اس شخص کے ساتھ
احسان کرتا ہے جس کا اس سے واسطہ پڑتا ہے ۔

احسان کے سلسلہ میں ایک اہم نکتہ کا سامنے رکھنا ضروری ہے ۔ ہمارے ہاں عام طور پر ہوتا یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی ضرورتمند کی کسی وقت امداد کرتا ہے تو اس کے بعد، ساری عمر اسے اپنا احسان جتا جتا کر اُسے قلبی اذیت پہنچاتا رہتا ہے ۔ اور اس سے توقع رکھتا ہے کہ وہ ہر بات میں، اس کی مرضی کے مطابق چلے ۔ اگر وہ کسی وقت ایسا نہیں کرتا تو اسے احسان فراموش اور محسن کُش کے طعنوں سے ذلیل کیا جاتا ہے ۔ یہ انداز قرآن کریم کی تعلیم کے یکسر خلاف ہے ۔ قرآنِ کریم کی تعلیم یہ ہے کہ تم دوسرے کی امداد کر کے اس پر احسان نہیں کرتے ، اپنا ایک فریضہ ادا کرتے ہو ۔ اس لئے اس بات کا تمہارے

دل میں خیال تک بھی نہیں آنا چاہیئے کہ وہ شخص تمہارا زیر بارِ احسان ہے ۔ وہ مومنوں کا انداز یہ بتاتا ہے کہ وہ اگر کسی کی مدد کرتے ہیں تو اس سے واضح طور پر کہہ دیتے ہیں کہ

لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ۝ (۷۶/۹)

"ہم تم سے اس کا بدلہ مانگنا تو ایک طرف ، شکریہ تک کے بھی متمنّی نہیں"۔

یہ ہے وہ جذبہ جس کے ماتحت جماعتِ مومنین ضرورتمندوں کی امداد کرتی ہے ۔

تعاوُن

(۳)

دنیا میں کوئی شخص بھی ہر ایک کام اکیلا نہیں کر سکتا ۔ اسے دوسروں کی مدد کی ضرورت ہوتی ہے ۔ ایک دوسرے کی مدد کرنے کو تعاون کہتے ہیں ۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا ہم ہر ایک کام میں دوسروں کی مدد کریں؟

کِس کی مدد کرنی چاہیئے؟

ایک ظالم، کسی غریب آدمی کو ناحق پیٹ رہا ہے؟ کیا ہم اس پیٹنے والے ظالم کی مدد کریں یا مظلوم کی مدد کریں ۔ ظاہر ہے کہ ہمیں مظلوم کی مدد کرنی چاہیئے ۔ قرآنِ کریم نے باہمی تعاون کے لئے ایک اصول بیان کر دیا ہے ۔ اس نے کہا ہے کہ

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ص وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ص (۵/۲)

"بر اور تقویٰ کے معاملات میں ایک دوسرے کی مدد کرو ۔ لیکن اثم اور عدوان کی باتوں میں مدد نہ کرو"۔

برّ و تقویٰ | برّ کے معنی ہیں وسعت ، کشادگی ۔ یعنی ایسے کام جن سے فراخی اور کشادگی ہو ، جن سے زیادہ سے زیادہ انسانوں کا فائدہ ہو ۔

تقویٰ کہتے ہیں خدا کے بتائے ہوئے احکام اور قوانین کی پوری پوری نگہداشت کرنا ۔ ان کے مطابق زندگی بسر کرنا ۔

لہٰذا مندرجہ بالا آیت کے پہلے حصہ کا مطلب یہ ہوا کہ جو لوگ خدا کے قانون کے مطابق ایسے کام کریں جن میں زیادہ سے زیادہ انسانوں کا فائدہ ہو تو ایسے کاموں میں ان کی مدد کرو ۔

اثم وعدوان | اثم کہتے ہیں اونٹ کے تھک کر قطار سے

پیچھے رہ جانے کو ۔ اس لئے ہر وہ کام جس سے انسانی ترقّی کی رفتار سُست پڑجائےاِثم ہے ۔

عدوان کہتے ہیں سرکشی کو ۔ یعنی خدا کے قانون کی مخالفت کرنا ، اس سے سرکشی برتنا۔

لہٰذا مندرجہ بالا آیت کے دوسرے حصّہ کا مفہوم یہ ہوا کہ جو لوگ خدا کے احکام سے سرکشی اختیار کریں اور اور ایسے کام کریں جن سے انسانی ترقّی سُست پڑجائے، ان کی مدد نہیں کرنی چاہیئے ۔

مطلب یہ ہوا کہ جن کاموں کو قرآن شریف نے اچّھا قرار دیا ہے ان میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور جن کاموں کو اُس نے بُرا کہا ہے ان میں کسی کی مدد نہ کرو ۔

باہمی مشورہ

—————۶—————

قرآن کریم نے مسلمانوں کی خصوصیت یہ بھی بتائی ہے کہ

وَ اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ (۴۲/۳۸)

"وہ اپنے معاملات باہمی مشورہ سے طے کرتے ہیں۔"

مشورہ کرنا | یعنی قرآن کا حکم یہ ہے کہ جب کوئی معاملہ درپیش ہو تو اس کے متعلق پوری پوری واقفیت حاصل کرو۔ (لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ) (۱۷/۳۶) جس بات کا تمہیں علم نہ ہو اس کے پیچھے مت لگا کرو)۔ پھر، اس کی بابت فیصلہ کرنے سے پہلے واقف کار لوگوں سے مشورہ کرو تاکہ اس کے مختلف پہلو سامنے آ جائیں۔

لیکن یہ مشورہ اثم اور عدوان کے لئے نہیں ہونا چاہیئے ۔

فلا تتناجوا بالاثم والعدوان .... (۵۸/۹)

تناجوا بالبر والتقوی (۵۸/۹)

بلکہ برّ اور تقویٰ کے لئے ہونا چاہیئے ۔

اچھے کاموں میں

اثم اور عدوان اور برّ اور تقویٰ کے معنی پچھلے عنوان میں بتائے جاچکے ہیں ۔ یعنی مشورہ ایسی باتوں میں ہونا چاہیئے جو قرآنِ مجید کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق عام انسانوں کی بھلائی کے لئے ہوں ۔

میل جول

یہ ظاہر ہے کہ انسان مشورہ کرنے کے قابل اُسی وقت ہوتا ہے جب دوسروں سے میل جول رکھے اس لئے کہا گیا ہے کہ

ولا تصعر خدک للناس .... ○ (۳۱/۱۸)

"لوگوں سے ترش روئی مت برتو" ۔

ان سے میل جول رکھو،لیکن میل جول ایسے لوگوں سے رکھنا چاہیئے جو شریف بھی ہوں اور علم اور عقل بھی رکھتے

ہوں ۔ جو خدا کے احکام کے مطابق چلتے ہوں ۔ جو اچّھی
رائے رکھیں اور عمدہ مشورہ دیں ۔

وعدہ

(۵)

وعدہ | یہ نہایت ضروری ہے کہ کسی سے جو وعدہ کرو اسے پورا کرو ۔

اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا ۝ ۱۷/۳۴

"ہمیشہ وعدہ پورا کرو ۔ تم وعدہ کر کے اس کے پورا کرنے کی ذمّہ داری اپنے سر لے لیتے ہو"۔

معاہدہ | اسی طرح دوسری قوموں سے جو معاہدہ کرو اس کی پابندی کرو ۔

اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ۚ (۵/۱)

"معاہدوں کی پابندی کرو"۔

معاشرہ کا سارا کاروبار باہمی اعتماد اور بھروسہ پر چلتا ہے ۔

اور بھروسہ اسی صورت میں قائم رہتا ہے جب ہر شخص اپنے وعدے پر قائم رہے اور ہر قوم اپنے معاہدے کو پورا کرے ۔ اگر ایسا نہ ہوگا تو سب معاملات بگڑ جائیں گے اور ہر جگہ فساد پھیل جائے گا ۔

وعدہ کی بابت یہ نہ سمجھو کہ بڑی بڑی باتوں کے متعلّق جو وعدہ کیا جائے اس کی پابندی تو ضروری ہے اور روز مرّہ کی چھوٹی چھوٹی باتوں کا کیا ہے؟ یہ غلط ہے ۔ وعدہ، وعدہ ہی ہے خواہ چھوٹی بات کے متعلّق ہو یا بڑی بات کے متعلق ۔ مثلاً اگر تم نے کسی سے کہا ہے کہ میں چار بجے آجاؤں گا تو یہ بھی وعدہ ہے ۔ اس کا پورا کرنا بھی ضروری ہے ۔ اگر تم دیکھو کہ اسے کسی وجہ سے پورا نہیں کر سکو گے تو اس کی بابت دوسرے کو اطلاع دینی چاہئیے ۔

قرض

(۶)

زندگی میں ہر شخص پر کبھی نہ کبھی ایسا وقت آجاتا ہے جب اس کی کوئی ضرورت رُک جاتی ہے اور اسے دوسروں کی امداد کی ضرورت پڑتی ہے ۔ اس امداد کی دو شکلیں ہیں ۔ ایک تو یہ کہ جس کے پاس ضرورت کی چیز فالتو ہو وہ اسے ضرورتمند کو ویسے ہی دیدے (یہ احسان کی شکل ہو گی) ۔

قرض کسے کہتے ہیں؟

دوسری شکل یہ ہے کہ وہ چیز (یا اس کے خریدنے کے لئے روپیہ) واپسی کی شرط کے ساتھ دیا جائے ، اسے قرض کہتے ہیں ۔ قرض کا معاملہ ہمیشہ تحریر میں لے آنا چاہیئے (لکھ لینا چاہیئے) ۔ قرآنِ کریم میں ہے ۔

اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ؕ

(۲/۲۸۲)

"جب تم کسی کو ایک مقررّہ مدت کے لئے قرض دو تو اسے لکھ لیا کرو"۔

رہن اور اگر کبھی ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ لکھنا ممکن نہ ہو تو قرض دینے والا، قرض لینے والے کی کوئی چیز بطور ضمانت اپنے پاس رکھ لے، اسے رہن رکھنا کہتے ہیں ۔

وَ اِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ؕ (۲/۲۸۳)

"اوراگر تم سفر میں ہو اور قرض کا معاملہ لکھنے والا نہ ملے تو کوئی چیز بطور ضمانت اپنے قبضے میں رکھ لیا کرو"۔

ادائیگی کا وعدہ قرض کی ادائیگی کے لئے جو وعدہ کیا جائے اسے پورا کرنا چاہیئے ۔

لیکن اگر ایسا ہو کہ جس نے قرض لیا ہے اس پر تنگی آجائے

تو قرض دینے والے کو چاہیئے کہ قرضہ کی واپسی کے لئے اسے سہولت دے ۔ وَ اِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ؕ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ (۲/۲۸۰)

"اور اگر اس پر تنگی آجائے تو اسے اس وقت تک کی مہلت دے دینی چاہیئے جب وہ اسے آسانی سے ادا کر سکے ۔ اور اگر تم قرضہ بالکل معاف ہی کر دو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے"۔

سُود لیکن جس قدر روپیہ قرض دیا ہے اس سے ایک پیسہ بھی زیادہ نہیں لینا چاہیئے ۔ اس زیادتی کو سود (یا ربوٰ) کہتے ہیں جو حرام ہے ۔

اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوْ ۲/۲۷۵

"اللہ نے تجارت کو حلال قرار دیا ہے اور ربوٰ کو حرام ٹھہرایا ہے"۔

جب قرضے کی ضمانت کے طور پر کسی چیز کو رہن

رکھا جائے تو ایسی چیز (مثلاً مکان یا زمین وغیرہ) کی آمدنی کھانا بھی جائز نہیں، وہ بھی رِبٰو میں داخل ہے ۔

* * *

تجارت

۷

پچھلے عنوان میں بتایا جاچکا ہے کہ

اَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰو (۲/۲۷۵)

اللہ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور ربٰو کو حرام ٹھہرایا ہے۔

تجارت کے معنی کسی چیز کی قیمت لے کر اسے دوسرے کے ہاتھ بیچ دینا' تجارت کہلاتا ہے۔

اس کو بیع و شری (فروخت کرنا اور خریدنا) بھی کہتے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ کسی چیز کو بیچتے وقت منافع کس قدر لینا چاہیے؟ اس کے لئے قرآن کریم نے یہ اصول بتایا ہے کہ

منافع لَا تَاْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ قف (۴/۲۹)

"ایک دوسرے کا مال ناجائز طور پر مت کھاؤ ۔ البتّہ کسی چیز کو بیچنے والے اور خریدنے والے کی باہمی رضامندی سے جو بات طے ہو جائے وہ جائز ہے کیونکہ وہ تجارت ہے"۔

لہذا تجارت میں منافع گاہک کی رضامندی سے طے پانا چاہیئے ۔ اس کی صحیح شکل یہ ہے کہ ہر شے کی قیمت خرید (یا لاگت) اس پر درج ہو اور منافع کی شرح (یعنی جس حساب سے منافع لینا چاہیئے) حکومت کی طرف سے مقرّر ہو ۔ اور اگر حکومت کی طرف سے مقرّر نہ ہو تو پھر گاہک اور دوکاندار کی باہمی رضامندی سے منافع طے پا جائے ۔ نہ دوکاندار گاہک کو لوٹنے کی فکر میں رہے اور نہ ہی گاہک ، دوکاندار کو جائز منافع سے محروم کرنے کی کوشش کرے ۔ یہ ہے تِجَارَةً

عَنۡ تَرَاضٍ مِّنۡکُمۡ (باہمی رضامندی سے تجارت کی شکل)۔
منافع مقرر کرنے کا معیار یہ ہونا چاہیے کہ اس شخص
نے ...
اس کاروبار میں جس قدر محنت کی ہے اسے اس کا معاوضہ
مل جائے۔ اس لئے کہ قرآن شریف کی رُو سے محنت سے
زیادہ معاوضہ لینا درست نہیں۔

لَیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی (۵۳/۳۹)

"انسان صرف اس کا حقدار ہے جس کے لئے وہ کوشش
(محنت) کرے"

ماپ تول | یہ تو ہوا قیمت کی بات۔ باقی رہا ماپ
تول کا معاملہ، سو اس کے متعلق حکم ہے کہ

اَوۡفُوا الۡکَیۡلَ اِذَا کِلۡتُمۡ وَزِنُوۡا بِالۡقِسۡطَاسِ
الۡمُسۡتَقِیۡمِ ط (۱۷/۳۵)۔

"جب کوئی چیز ماپ کر دو تو ماپ پورا رکھو۔ اور
جب تول کر دو تو تول پورا کرو"

پورا تول | پورا ناپو۔ جس کا جو حق ہے اسے بلا حیل و حجت

عَدل

(۸)

تم نے اُونٹ یا گدھے پر بوجھ لدا دیکھا ہو گا ۔ اگر اس کے دونوں طرف برابر برابر بوجھ ہو تو سامان بھی ٹھیک رہے گا اور جانور بھی آسانی سے چلے گا ۔ اسے عدل کہتے ہیں ۔

عَدل | یعنی ایسا بوجھ جس میں دونوں طرفیں بالکل ایک جیسی ہوں ، نہ کسی طرف جھکا ہوا نہ کسی طرف سے اُٹھا ہوا ۔

لہذا ایسا فیصلہ جس میں نہ کسی کی رعایت کر کے اسے زیادہ دیا جائے اور نہ کسی پر زیادتی کر کے اس کے حق میں کمی کر دی جائے، عدل کہلاتا ہے ۔ یعنی ٹھیک ٹھیک فیصلہ کرنا ۔ اور ہر ایک کو اس کا حق دے دینا ۔ قرآن شریف نے اس کی

بڑی تاکید کی ہے ۔

اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی ؗ (۵/۸)

"ہمیشہ عدل کرو کیونکہ عدل کرنے سے انسان خدا کے قانون کے مطابق چلتا ہے"۔

دشمن سے بھی عَدل صرف اپنوں کے ساتھ ہی عدل نہیں بلکہ جن لوگوں سے تمہاری دشمنی ہو ان سے بھی ہمیشہ عدل کرو ۔

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا قف هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ؗ (۵/۸)

"دیکھنا! کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس پر آمادہ نہ کر دے کہ تم ان سے عدل نہ کرو ۔ ہمیشہ عدل کرو ۔ یہی چیز قانونِ خداوندی کے مطابق ہے"۔

نوٹ:۔

عدل اور انصاف کا تعلّق صرف عدالتوں ہی سے

نہیں ۔ آپ دوسروں کے ساتھ جس قدر معاملات کرتے ہیں ان میں آپ کے لئے عدل کرنا نہایت ضروری ہے ۔ عدل کرنا ہر مسلمان کا فریضہ ہے ۔

امانت

(۹)

امانت کی واپسی جو چیز کسی کے پاس رکھی جائے اُسے امانت کہتے ہیں۔ امانت کا مالک وہی ہوتا ہے جو اس چیز کو تمہارے پاس رکھتا ہے ۔ اس لئے جب وہ اپنی امانت واپس مانگے تو اسے بلا حیل و حجّت واپس دیدو ۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰیٓ اَھْلِھَا (۴/۵۸)

"اللہ تمہیں تاکیدی حکم دیتا ہے کہ جس کی امانت ہو اسے اس کی امانت واپس دے دیا کرو"۔

راز کی بات امانت صرف روپے پیسے کی نہیں ہوتی۔

اگر کوئی شخص تم پر بھروسہ کر کے اپنی کوئی راز کی بات تم سے کہتا ہے تو وہ بھی امانت ہے ، اس میں بھی خیانت نہیں کرنی چاہیئے (لیکن یہ دیکھ لینا چاہیئے کہ اس میں کوئی جرم کی بات نہ ہو)۔

ذمّہ داری

اسی طرح جو کام تمہارے سپرد کیا جاتا ہے وہ بھی امانت ہوتی ہے ۔ اسے بھی پوری ذمّہ داری کے ساتھ کرنا چاہیئے ۔ جو شخص حکومت کا کوئی کام اپنے ذمے لیتا ہے (خواہ وہ وزیرِ اعظم ہو یا چپراسی) اسے بھی اس فریضہ کو امانت سمجھنا چاہیئے اور پوری پوری دیانتداری اور ذمّہ داری سے اسے پورا کرنا چاہیئے ۔

قومی امانتیں

اسی طرح حکومت کے کام بھی ان ہی لوگوں کے سپرد کرنے چاہئیں جو اُن کے اہل ہوں ۔ جن میں ان کی صلاحیت اور قابلیت ہو ۔ کسی نااہل کو کوئی ملازمت یا حکومت کا منصب دے دینا امانت میں خیانت کرنا ہے ۔ جو آیت اوپر درج کی گئی ہے اس کا

ایک مطلب یہ بھی ہے ۔ یعنی

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا ۙ (۴/۵۸)

"اللہ تمہیں تاکیدی حکم دیتا ہے کہ (قوم کی) امانتیں ان لوگوں کے سپرد کیا کرو جو ان کے اہل ہوں"۔

نوٹ:۔ آجکل عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص کسی کے خلاف کوئی بات آپ سے کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اس بات کو آگے تو پہنچا دو لیکن میرا نام نہ لینا ۔ یہ بہت بُری بات ہے ۔ اس سے کہہ دو کہ اگر مجھ سے بات کرو گے تو میں تمہارا نام ضرور لے دوں گا ۔ تم جب اُس شخص کے خلاف ایک بات کرتے ہو تو تم میں اتنی جرأت ہونی چاہئیے کہ پوری جرأت سے بات کرو ۔ تم جو اپنا نام چھپانا چاہتے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ بات سچی نہیں جھوٹی ہے ۔

* * *

شہادت

(۱۰)

گواہی مت چھپاؤ کسی بات کا عدل کے ساتھ فیصلہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ جس شخص کو اس کی بابت کچھ علم ہو، وہ سامنے آکر سچّی سچّی بات بیان کر دے (اسے گواہی یا شہادت کہتے ہیں ۔ اور گواہی دینے والے کو شاہد) ۔ قرآنِ کریم نے اس کی بابت بڑی تاکید کی ہے ۔ اس نے پہلے یہ کہا ہے کہ

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ط (۲/۲۸۳)

"گواہی کو کبھی چھپاؤ نہیں"۔

انصاف کے ساتھ جو کچھ تمہیں معلوم ہو، اسے بلا کم و کاست (ٹھیک ٹھیک سامنے آکر

بیان کر دو ۔ اس میں انصاف کا پورا پورا لحاظ رکھو ۔ نہ کسی کے خلاف جاؤ اور نہ کسی کی رعایت کرو۔ یَاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوَّامِیْنَ بِالْقِسْطِ (اے ایمان والو! انصاف کو ہر حال میں قائم رکھو ۴/۱۳۵) ۔ اور یہ گواہی کسی خاص پارٹی کی طرف سے دینے کے لئے نہ آؤ ۔

اللہ کے لئے

(شُہَدَآءَ لِلّٰہِ) خواہ یہ سچی گواہی خود تمہارے اپنے ہی خلاف کیوں نہ جائے (وَلَوْ عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ) ۔ یا تمہارے والدین اور رشتہ داروں کے خلاف کیوں نہ ہو ۔ (اَوِ الْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ) خواہ کوئی امیر ہو یا غریب ہو (اِنْ یَّکُنْ غَنِیًّا اَوْ فَقِیْرًا) تم کسی کی طرفداری مت کرو ۔ ان سب کے مقابلے میں اللہ کا تم پر زیادہ حق ہے اس لئے تم

رعایت مت کرو

صرف اللہ کو حاضر و ناظر جان کر سچ سچ بات کہہ دو (وَ اللّٰہُ اَوْلٰی بِہِمَا)

ایسا نہ ہو کہ تمہارے جذبات یعنی کسی رشتہ دار

کی رعایت کا خیال یا کسی بڑے آدمی کا ڈر ، تمہیں سچ کہنے سے روک دیں ۔ (فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰى اَنْ تَعْدِلُوْا) اگر تم نے گواہی دیتے وقت کوئی پیچ دار بات کہی (جو صاف صاف نہ ہو اور جس کے دو معنی نکلتے ہوں) یا کسی سوال کے جواب دینے سے پہلو تہی کر گئے تو تم انسانوں سے تو

گریز بھی نہ کرو

اسے چھپا سکتے ہو لیکن خدا کو سب کچھ معلوم ہوتا ہے (وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا (۴/۱۳۵)۔

تم نے دیکھا کہ سچّی سچّی گواہی دینے کے متعلّق کس قدر تاکید کی گئی ہے ۔ گواہی سے یہ مطلب نہیں کہ جب تمہیں عدالت میں بلایا جائے تب گواہی دو ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب بھی کوئی معاملہ سامنے آئے تو اس کی بابت جو کچھ تمہیں معلوم ہے اسے سچ سچ بیان کر دو اور کسی سے مت ڈرو۔

جھوٹی گواہی

جھوٹی گواہی کبھی نہ دو ۔ مومنین کی

صفت یہ ہے کہ

اَلَّذِیْنَ لَایَشْہَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ ۲۵/۷۲

"یہ لوگ کبھی جھوٹی گواہی نہیں دیتے"۔

نوٹ:۔ گواہی بھی عدالت تک محدود نہیں ۔ جس جگہ بھی آپ کسی بات کی بابت کچھ بتائیں وہ آپ کی گواہی ہو گی ۔ اسے ٹھیک بتانا چاہیئے ۔

رشوت

(۱۱)

جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے، ناجائز طریقے سے دولت کمانا بہت بُرا ہے (دیکھو تیسرا باب عنوان نمبر ۲) اور اس کی سب سے بُری شکل رشوت لینا ہے ۔ اس سے انصاف کا خون ہو جاتا ہے ۔ حقدار کا حق مارا جاتا ہے ۔ بے گناہ پر ظلم ہوتا ہے اور سارے معاشرے میں خرابیاں ہی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں ۔ قرآنِ کریم نے ناجائز کمائی کے ہر طریقے کو حرام قرار دیا ہے ۔

لَاتَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بِالْبَاطِلِ (۲/۱۸۸)

"ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقے سے مت کھاؤ"

اس لئے رشوت لینا بالکل ناجائز ہے ۔

رشوت لینا لیکن قرآنِ کریم نے رشوت لینے ہی کو بُرا قرار نہیں دیا ، رشوت دینے کو بھی ناجائز قرار دیا ہے ۔ جو آیت اوپر لکھی گئی ہے اس کا باقی حصّہ یہ ہے ۔

وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ . . . ○ (۲/۱۸۸)

"اور ایسا بھی نہ کرو کہ مال و دولت کو حاکموں تک پہنچنے کا ذریعہ بنالو تاکہ دوسروں کے مال کا کچھ حصّہ ناحق حاصل کر لو"۔

رشوت دینا مدعی (دعویٰ کرنے والے) کا فرض ہے کہ وہ صرف اپنے جائز حقوق حاصل کرنے کا دعویٰ کرے ۔ گواہ کا فرض ہے کہ وہ سچّی سچّی بات حاکم سے بیان کر دے ۔ اور حاکم کا فرض ہے کہ وہ پورا پورا انصاف کرے ۔ اس میں رشوت دینے یا لینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۔ جو ایسا کرتا ہے وہ اسلامی معاشرہ کا مجرم ہے ۔

***

عَام آدابِ معَاشرت

(۱۲)

۱ ـ دوسروں کے ہاں جانے کے لئے اجازت طلبی

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ط (۲۷/۲۴)

"اے ایمان والو! اپنے گھر کے علاوہ جب کسی دوسرے کے ہاں جاؤ تو اجازت لئے بغیر ان کے مکان کے اندر مت داخل ہو اور اندر جا کر اہل خانہ کو سلام کرو ۔

اگر اجازت نہ ملے تو؟

فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ج وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى

لَکُمْ ط (۲۸/۲۴)

"اور اگر اُن کے ہاں کوئی موجود نہ ہو تو اندر مت جاؤ جب تک تم اس کی اجازت نہ حاصل کرو ۔ اور اگر تم سے وہاں کہا جائے کہ اس وقت معاف رکھئے تو واپس چلے آؤ ۔ یہ تمہارے لئے بڑی پاکیزہ بات ہے"۔

البتّہ ایسے مکانات جن میں کوئی رہتا نہ ہو اور اس میں تمہارا مال اسباب پڑا ہو ، (مثلاً گودام وغیرہ) تو ان میں جانے کے لئے کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں ۔ اس کی تشریح قرآنِ کریم نے آیت ۲۴/۲۹ میں کر دی ہے ۔

۲ ۔ آدابِ محفل

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْآ اِذَا قِیْلَ لَکُمْ تَفَسَّحُوْا فِی الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا یَفْسَحِ اللّٰہُ لَکُمْ ج وَ اِذَا قِیْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا ... ○ (۵۸/۱۱)

"اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلس میں ذرا جگہ کھول دو ۔ تو جگہ کھول دیا کرو ۔ اللہ تمہارے لئے

کشادگی پیدا کر دے گا ۔ اور جب کہہ دیا جائے کہ اب
مجلس برخاست ہوتی ہے تو تم اُٹھ کھڑے ہوا کرو"۔

۳ ۔ مجلس میں ناشائستہ حرکات | قرآن کریم میں قومِ
لوطؑ کے جن جرائم
کا ذکر کیا گیا ہے ان میں ایک یہ بھی ہے کہ

تَاْتُوْنَ فِیْ نَادِیْکُمُ الْمُنْکَرَ ؕ (۲۹/۲۹)

"تم لوگ اپنی مجلسوں میں ناشائستہ اور نامناسب
حرکتیں کرتے ہو"۔

۴ ۔ جانے کی اجازت | مومنین کی ایک صفت یہ بھی بتائی
گئی ہے کہ جب انہیں کسی کام کے
لئے اکٹھا کیا جاتا ہے تو لَمْ یَذْهَبُوْا حَتّٰی یَسْتَاْذِنُوْا ۝
(۲۴/۶۲)

"جب تک انہیں اجازت نہ دی جائے، جاتے نہیں"۔

لہٰذا مجلس میں اس طرح بیٹھو کہ دوسروں کو بھی بیٹھنے کی
جگہ مل جائے ۔ کوئی نازیبا حرکت نہ کرو ۔ کوئی نامناسب

بات نہ کرو ۔ جب مجلس برخاست ہو جائے تو اُٹھ کر چلے جاؤ ۔ اور جب کسی کام کے لئے بلایا جائے تو اجازت لئے بغیر مت جاؤ ۔

۵ ۔ کھانے کی دعوت

یٰاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَاتَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّآ اَنْ یُّؤْذَنَ لَکُمْ اِلٰی طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰہُ ۙ وَ لٰکِنْ اِذَا دُعِیْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍ ؕ (۳۳/۵۳)

"اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں بن بلائے نہ جایا کرو۔ اور جب تمہیں کھانے کے لئے بلایا جائے تو اتنی جلدی نہ جا بیٹھا کرو کہ کھانا پکنے تک انتظار کرتے رہو ۔ بلکہ جب تمہیں بلایا جائے تو جو وقت دیا جائے اس وقت آیا کرو ۔ اور جب کھانے سے فارغ ہو چکو تو چلے جایا کرو ۔ یونہی باتیں کرنے کے لئے نہ بیٹھے رہا کرو ۔

یہ باتیں اگرچہ چھوٹی چھوٹی ہیں لیکن باہمی تعلقات کی خوشگواری

کے لئے اور معاشرہ میں نظم اور خوبصورتی پیدا کرنے کی خاطر ان پر عمل کرنا بھی نہایت ضروری ہے ۔

* * *

متفرّق باتیں

(۱۲)

۱ ۔ حسد | کسی سے حسد نہ کرو ۔ یعنی اگر کوئی شخص تم سے زیادہ قابل ہے ، وہ محنت کر کے تم سے زیادہ کمائی کرتا ہے اور اس لئے زیادہ خوش حال رہتا ہے ، اس کے بچّے صاف سُتھرے رہتے ہیں تو ان باتوں پر جَل بُھن نہ جاؤ ۔ بلکہ کوشش کرو کہ تم بھی ویسے بن جاؤ ۔ اسلامی زندگی بسر کرنے والوں کا یہ شیوہ نہیں کہ وہ دوسروں پر حسد کریں ۔

اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ج

(۴/۵۴)

"ان (غیر مسلموں) کی کیفیت یہ ہے کہ اللہ نے لوگوں کو جو

خوشحالیاں عطا کر رکھی ہیں ان پر ان لوگوں سے حسد کرتے ہیں"۔ حسد کرنے کے بجائے محنت کر کے اچھا بننے کی کوشش کرنی چاہیئے ۔

۲ ۔ غیبت کسی کی غیبت نہیں کرنی چاہیئے ۔ یعنی اس کی عدم موجودگی میں اس کے متعلّق کوئی ایسی بات نہیں کہنی چاہیئے جسے تم اس کے سامنے نہ کہنا چاہو ۔ اللہ نے غیبت کے متعلق کہا ہے کہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے!

لَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ (۴۹/۱۲)

"ایک دوسرے کی غیبت مت کرو ۔ کیا تم میں سے کوئی بھی اس بات کو پسند کرے گا کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے ۔ اسے تو تم سب ناپسند کرو گے تو پھر کسی کی پیٹھ پیچھے اس کی غیبت کیوں کرتے ہو"؟

۳ ۔ عیب جوئی نہ ہی دوسروں کے بھید معلوم کرنے

اور عیب تلاش کرنے کی کوشش کرو۔

لَاتَجَسَّسُوْا (۴۹/۱۲)

"دوسروں کی ٹوہ میں مت پھرو"۔

۴ ۔ نام رکھنا | لَاتَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ (۴۹/۱۱)

"دوسروں کو بُرے القاب سے مت پکارو"۔

۵ ۔ عیب لگانا | نہ ہی کسی کے خلاف ناحق عیب لگاؤ ۔

لَا تَلْمِزُوْآ اَنْفُسَکُمْ (۴۹/۱۱)

"ایک دوسرے کے خلاف یونہی عیب نہ لگاؤ"۔

الف ۔ کسی کی تشہیر نہ کرو | اگر کسی کی کوئی بُری بات تمہارے علم میں آجائے تو اسے ذلیل کرنے کے لئے اس کی تشہیر مت کرو ۔ ہاں! اگر اس بات سے تمہارے خلاف کچھ زیادتی ہوئی ہو تو اس کی چارہ جوئی کے لئے تم اس بات کو مناسب مقام تک پہنچا سکتے ہو ۔

لَایُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ (۴/۱۴۸)

"خدا اسے پسند نہیں کرتا کہ کسی کی بُرائی کی تشہیر کی جائے۔ بجز اس کے کہ کسی پر ظلم ہوا ہو"۔

٦ ۔ تمسخر دوسروں سے تمسخر کر کے انہیں ذلیل و رسوا کرنے کی کوشش مت کرو۔

لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ ۔ (۴۹/۱۱)

"تم میں کوئی پارٹی کسی دوسری پارٹی سے تمسخر کر کے اسے ذلیل و خوار کرنے کی کوشش نہ کرے"۔

۷ ۔ کسی پر بیجا تہمت بھی نہ لگاؤ

اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ص وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ لا ۝ (۲۴/۲۳)

"جو لوگ پاک دامن مسلمان عورتوں کے خلاف ان باتوں کی تہمت لگاتے ہیں جن کی ان بچاریوں کو خبر تک بھی نہیں ہوتی ہے تو ان لوگوں کو معاشرہ کی تمام رعایتوں سے

محروم کر دینا چاہیئے اور سخت سزا دینی چاہیئے ۔ آخرت کی زندگی میں اللہ بھی انہیں سخت سزا دے گا اور انہیں جنّت کی آسائشوں سے محروم کر دے گا"۔

۸ ۔ بدظنی کسی کے متعلّق خواہ مخواہ بدظنی سے کام نہیں لیناچاہیئے ۔ جب تک اس کے متعلّق کسی بُری بات کا یقینی طور پر علم نہ ہو جائے ، اس کے متعلّق حُسنِ ظن (نیک خیال) رکھناچاہیئے ۔ یعنی جس کے متعلّق کچھ معلوم نہ ہو اسے ہمیشہ اچّھا سمجھو ۔ اور یہ رائے صرف اس وقت بدلو جب اس کے خلاف کوئی بات یقینی طور پر معلوم ہو جائے ۔

اِجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنْ الظَّنِّ (۱۲/۴۹)

"بدظنی سے بہت بچا کرو"۔

۹ ۔ دین سے تمسخر دین کی کسی بات کا کبھی مضحکہ نہ اڑاؤ ۔ جو بات سمجھ میں نہ آئے اسے سمجھنے کی کوشش کرو ۔ اگر تم کسی ایسی مجلس میں بیٹھے ہو جہاں اس قسم کی مضحکہ انگیزی کی باتیں شروع ہو گئی ہیں اور

ان باتوں کو روک دینے کا تمہیں اختیار نہیں ، تو تم خود اس محفل سے اُٹھ کر چلے آؤ اور وہاں اس وقت تک نہ جاؤ جب تک وہ ان باتوں کو چھوڑ کر اور باتیں نہ کرنے لگ جائیں۔

اِذَا سَمِعْتُمْ اٰیٰتِ اللهِ یُکْفَرُ بِهَا وَیُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖۤ ز اِنَّکُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ط (۴/۱۴۰)

"جب تم کسی محفل میں سنو کہ قانونِ خداوندی سے انکار اور تمسخر کیا جارہا ہے ، تو تم ان کے پاس مت بیٹھو تاوقتیکہ وہ کسی دوسری بات میں نہ لگ جائیں ۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تم بھی انہی جیسے ہو جاؤ گے"۔

سورۂ انعام میں ہے ۔

وَ ذَرِ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَهُمْ لَعِبًا .... ○ (۶/۷۰)

"جن لوگوں نے اپنے دین کو مذاق سمجھ رکھا ہے ان کا ساتھ چھوڑ دو ۔ دین ایسی چیز نہیں ہے جسے مذاق سمجھا جائے"۔

۱۰ ۔ کج بحثی دوسروں سے کبھی کج بحثی نہیں کرنی چاہیئے ۔ اپنی بات کو نہایت معقول طریقے سے پیش کرو ۔ اس کی تائید میں دلیل دو ۔ دوسروں کے اعتراض کو ٹھنڈے دل سے سنو اور ان کا جواب نہایت عمدگی سے دو ۔

اُدْعُ اِلیٰ سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَ جَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ ؕ (۱۶/۱۲۵)

"اپنے رب کے راستے کی طرف عقل مندی اور بہترین نصیحت کے طریقے سے دعوت دو ۔ اور لوگوں کے ساتھ نہایت عمدہ طریقے سے بحث کرو"۔

اور جب تمہیں اپنی غلطی کا احساس ہو جائے تو اسے فوراً تسلیم کر لو ۔ اس پر خواہ مخواہ اڑے نہ رہو ۔ قرآنِ کریم مومنین کی صفت یہ بتاتا ہے کہ

وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلیٰ مَا فَعَلُوْا وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ ۝ (۳/۱۳۵)

"جب انہیں اس کا علم ہو جاتا ہے کہ ان سے کوئی غلط بات

ہو گئی ہے تو اس پر اڑے نہیں رہتے"۔

۱۱ ۔ غصّہ انسان غصّہ میں آکر وہ کچھ کر بیٹھتا ہے جس پر اسے (اس کے بعد) خود ہی سخت ندامت ہوتی ہے ۔ اس لئے کبھی غصّہ نہ آنے دو ۔ جب کبھی کسی سے ایسی بات سنو جس سے تمہیں غصّہ آئے تو اپنے غصّہ کو دوسری طرف ٹال دو اور اس شخص کی اصلاح کی کوشش کرو ۔ مومنین کی صفت یہ ہے کہ

وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ط (۳/۱۳۴)

"وہ غصّے کو دوسری طرف ٹال دیتے ہیں اور لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں"۔

۱۲ ۔ معاف کر دینا لیکن معاف کر دینے کے قابل وہ ہوتا ہے جو بے سمجھی سے کوئی بری بات کر بیٹھے اور پھر اپنے کئے پر نادم ہو ۔

اَنَّه مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّه غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۶/۵۴)

"اگر تم میں سے کوئی بے سمجھی اور نادانی سے کوئی
بُری بات کر بیٹھے اور اس کے بعد نادم ہو کر توبہ کر
لے اور اپنی اصلاح کر لے تو اسے خدا معاف کر دیتا
ہے (اس لئے تم بھی معاف کر دو)"۔

لیکن جو شخص جان بوجھ کر دوسروں کو ستائے اور سمجھانے سے
باز نہ آئے اس کو زیادتی سے روکنے کے لئے ضرور سزا دینی
چاہیئے ۔ لیکن اتنی ہی سزا جتنا اس نے قصور کیا ہے ۔

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ مِّثْلُهَا ج (۴۲/۴۰)

"برائی کی سزا اس کے مطابق دینی چاہیئے ۔ زیادتی
کبھی نہیں کرنی چاہیئے ۔ کیونکہ"

اِنَّه لَايُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ○ (۴۲/۴۰)

"اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا"۔

نوٹ:۔ جرم کی سزا عدالت کی طرف سے دی جائے
گی ۔ قانون کو اپنے ہاتھ میں نہیں لینا چاہیئے ۔

اپنی اصلاح

(۱۴)

اپنی اصلاح دنیا میں ہر شخص، دوسرے سے کہتا ہے کہ تم نیک بنو ۔ جھوٹ نہ بولو ۔ بُرے کام نہ کرو لیکن آپ سب کچھ کرتا رہتا ہے ۔ قرآنِ کریم کہتا ہے کہ یہ طریقہ غلط ہے ۔

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ (۲/۴۴)

"کیا تم دوسروں کو نیکی کی تاکید کرتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو"؟

لہٰذا سب سے پہلے انسان کو اپنی اصلاح کرنی چاہیئے اور جو کچھ دوسروں سے کہے اس پر پہلے آپ عمل کرنا چاہیئے ۔ اگر کوئی ایسا نہیں کرتا تو قرآنِ کریم اس سے کہتا ہے کہ

لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَاتَفْعَلُوْنَ ۝ (۶۱/۲)

"تم ایسی باتیں کیوں کہتے ہو جنہیں خود کر کے نہیں دکھاتے"؟

اپنی اصلاح کے بعد ، انسان پر ان لوگوں کی اصلاح کی بھی ذمہ داری آتی ہے جو اس کے ساتھ رہتے ہوں ۔ یا جن کا اس کے ساتھ معاملہ پڑتا ہو خواہ وہ اس کے گھر کے لوگ ہوں یا کام کاج میں اس کے شریک ۔ خواہ اس کے دوست ہوں یا ملنے جلنے والے ۔ ان سب کو غلط راستے سے بچنے کی تاکید کرنا اس کے ذمے ہے ۔

ساتھیوں کی اصلاح

قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا ... ۝ (۶۶/۶)

"تم اپنے آپ کو بھی تباہی سے بچاؤ اور اپنے ساتھیوں کو بھی"۔

لیکن جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے ، دوسروں کی اصلاح کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ انسان خود ایسا نمونہ پیش کرے جس کی نقل دوسرے بھی کریں ۔ اپنی اصلاح کرتے ہوئے انسان کو

سَاری عمر اصلاح کرتے رہو کبھی یہ نہیں سمجھ لینا چاہیئے کہ بس میں اب مکمّل انسان بن گیا ہوں ۔ اب مجھے اور اصلاح کی ضرورت نہیں ۔ یہ بات غلط ہے ۔ انسان کو ساری عمر اپنی اصلاح کی فکر کرتے رہنا چاہیئے ۔

فَلَا تُزَکُّوا اَنْفُسَکُمْ ط ھُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰی ۝ (۵۳/۳۲)

"اپنے متعلّق کبھی یہ نہ سمجھ لو کہ بس میری ذات کی جس قدر نشوونما کی ضرورت تھی وہ سب مکمّل ہوگئی ہے ۔ اسے خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ تم کس قدر اس کے قانون کے مطابق چلتے ہو (اور ابھی کتنی کمی باقی ہے)"۔

نیک بات سنو لیکن اس کے ساتھ ہی ایک بات اور بھی یاد رکھو ۔ بعض لوگوں کی یہ حالت ہے کہ اگر ان سے کوئی شخص یہ کہے کہ تم فلاں بُرا کام چھوڑ دو تو وہ جھٹ اُس سے کہہ دیتے ہیں کہ تم پہلے اپنی حالت کو تو درست کرو ، اُس کے بعد ہم سے کہنا ۔ یہ بات ٹھیک

نہیں ۔ اگر اُس شخص کی اپنی حالت خراب ہے تو اُس کا
نقصان اُس کو ہو گا ۔ تم یہ دیکھو کہ جو بات اُس نے کہی
ہے وہ ٹھیک ہے یا نہیں ۔ اگر وہ بات ٹھیک ہے تو تم
اُس پر عمل کرو ۔ اُس کا فائدہ تمہیں پہنچ جائے گا اور اس
شخص کی خراب حالت کا نقصان تمہیں نہیں پہنچے گا ۔ لیکن
تم اپنے متعلّق ہمیشہ اس بات کا خیال رکھو کہ جو برائیاں
دوسروں میں نظر آئیں پہلے یہ دیکھو کہ وہ تم میں تو نہیں
ہیں ۔ اگر وہ تم میں ہوں تو پہلے ان کی اصلاح کی کوشش
کرو ۔ اگر ہر شخص اس طرح کرنے لگ جائے تو سارا
معاشرہ خود بخود ٹھیک ہو جائے گا ۔

لہٰذا اصول یہ یاد رکھو کہ سب سے پہلے اپنی اصلاح کرو ۔ پھر
جو لوگ تمہارے قریب ہوں ان کی اصلاح کی کوشش کرو ۔ پھر
دوسرے لوگوں کو تاکید کرو کہ وہ بھی اپنی حالت کی اصلاح
کریں ۔ اور جب کوئی شخص تمہیں کسی بات کی طرف توجہ
دلائے تو ہمیشہ یہ دیکھو کہ وہ ٹھیک کہہ رہا ہے یا نہیں ۔

اگر وہ ٹھیک کہتا ہے تو اس کے مطابق اپنی اصلاح کر لو ۔ یہ نہ کہو کہ جب تک تم اپنی اصلاح نہ کرو گے میں بھی اپنی اصلاح نہیں کروں گا۔

منافقت قرآنِ کریم کی رُو سے بد ترین جُرم منافقت ہے ۔ منافق کسے کہتے ہیں؟ وہ لوگ کہ

يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِىْ قُلُوْبِهِمْ ؕ (۳/۱۶۶)

"جو دل میں کچھ اور رکھتے ہیں اور زبان سے کچھ اور کہتے ہیں"۔

مومن وہ ہے جو حق کی بات کو دل سے مانتا ہے اور زبان سے اس کا اعلان کرتا ہے ۔ کافر وہ ہے جو حق کا دِل سے بھی انکار کرتا ہے اور زبان سے بھی اپنے انکار اور مخالفت کا اعلان کرتا ہے ۔ یہ کھلے بندوں مخالفت کرتا ہے ۔ کسی کو دھوکے میں نہیں رکھتا ۔ لیکن منافق دل میں

کچھ اور رکھتا ہے اور زبان سے کچھ اور کہتا ہے ۔ اس طرح وہ دوسروں کو دھوکا دیتا ہے ۔

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ج (۲/۹)

"یہ اللہ کو اور جماعتِ مومنین کو دھوکا دیتے ہیں ۔

یہ جو کچھ کرتے ہیں محض دکھاوے کی خاطر کرتے ہیں ۔ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ (۴/۱۴۲) یہ وجہ ہے کہ قرآنِ کریم نے منافقت کو کُفر سے بھی بد تر جرم قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ج (۴/۱۴۵)

"یقیناً منافق جہنّم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے"۔

قرآنِ کریم نے منافقت کو "دل کا روگ" بتایا ہے ۔

"ان کے دلوں میں ایک مرض ہوتا ہے"۔

فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضًا لا (۲/۱۰)

ایسا مرض جو کسی مقام پر رُکتا نہیں بلکہ دن بدن بڑھتا چلا جاتا ہے ۔ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا (۲/۱۰) اس کا علاج اس کے سوا کچھ نہیں کہ انسان اس مرض کا کھلے بندوں اعتراف کرے ۔ اپنی روش پر نادم ہو اور پھر اس عہد پر سختی سے پابند ہو کہ اپنی اصلاح کرتا جائے ۔

پانچواں باب

گھر کی زندگی

گھر کی زندگی

(۱)

یوں تو انسانی معاشرہ میں ہر جگہ خانگی زندگی (گھر کی زندگی) کو بڑی اہمیت دی جاتی ہے ۔ لیکن اسلامی معاشرہ میں اسے ایک خاص مقام حاصل ہے اس لئے کہ اسلام جس قسم کا معاشرہ بنانا چاہتا ہے اس کی ابتدا گھر سے کرتا ہے ۔ اس کے نزدیک گھر ایک چھوٹی سی سلطنت یا سوسائٹی ہے جسے اسلامی مملکت یا اسلامی سوسائٹی کا صحیح صحیح نمونہ ہونا چاہیئے ۔ وہ گھر کے سب سے بڑے

بزرگ خاندان کی ذمّہ داری

فرد (بزرگِ خاندان) کی ذمّہ داری قرار دیتا ہے کہ وہ جس طرح اپنے آپ کو ہر تباہی سے بچانے کی کوشش کرتا

ہے،اسی طرح اپنے گھر کے لوگوں کو بھی ہر قسم کی بربادی سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرے یعنی نہ ان کا مالی اور جانی نقصان ہو اور نہ ہی ان کے اخلاق بگڑیں اِس کا حکم ہے کہ

قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا ... ۝ (٦٦/٦)

"اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو جہنّم کی تباہی سے بچاؤ"۔

یہ تو بزرگِ خاندان کی ذمّہ داری ہے اور چھوٹوں کا فرض یہ ہے کہ وہ ہمیشہ نیک کام کریں گھر میں ایک دوسرے کی اصلاح کی کوشش کریں ۔ کسی قسم کی اونچ نیچ نہ پیدا ہونے دیں ۔

نوٹ:۔ اَھْل کے معنی اہل و عیال کے بھی ہیں اور عام ساتھی کے بھی ۔

میاں بیوی کی زندگی

(۲)

محبّت کے جذبات گھر میں سب سے گہرا تعلق میاں بیوی کا ہوتا ہے ۔ قرآنِ کریم نے میاں بیوی کے باہمی تعلّقات کو بڑی اہمیت دی ہے ۔ اگر میاں بیوی کے تعلّقات اچھے ہیں تو گھر جنّت کا نمونہ بن جاتا ہے ۔ اگر ان کے تعلّقات اچھے نہیں تو وہی گھر جہنّم بن جاتا ہے ۔ قرآنِ کریم میں ہے کہ

خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا

وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً ط (۳۰/۲۱)

"اللہ نے تمہاری جنس سے تمہارے جوڑے پیدا کر دیئے ہیں (عورت کے لئے مرد اور مرد کے لئے عورت) جوڑا

بنانے سے مقصد یہ ہے کہ تمہیں ان سے آرام اور سکون ملے ۔ اس کے لئے اس نے تم دونوں میں محبت اور ہمدردی کے جذبات پیدا کر دیئے ہیں"۔

اس لئے اچھا گھر وہ ہے جس میں میاں بیوی میں محبت اور ہمدردی کے تعلقات ہوں اور گھر میں آرام اور سکون نظر آئے ۔

آنکھوں کی ٹھنڈک

اور ان کی اولاد بھی امن اور سکون سے رہے ۔ اس گھر میں ایک دوسرے کو دیکھنے سے آنکھوں میں ٹھنڈک آجائے ۔ مسلمانوں کو دعا یہ سکھائی گئی ہے کہ

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ

(۲۵/۷۴/)

"اے ہمارے پروردگار! ہمیں (میاں بیوی کو) اور ہماری اولاد کو ایسا بنا دے کہ یہ سب ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بن جائیں"۔

نکاح اسی لئے نکاح کے متعلق کہہ دیا کہ ایسی عورت سے

نکاح کرو جو تمہیں ہر طرح سے اچھی لگے ۔

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ ۝ (۴/۳)

"عورتوں میں سے جو تمہیں اچھی لگے اس سے نکاح کرو"۔

لڑکی کا نکاح اور یہ نکاح عورت کی رضامندی ہی سے ہو سکتا ہے ۔ لڑکا اور لڑکی دونوں نکاح کے وقت بالغ ہونے چاہئیں اور انہیں اپنی رضامندی سے نکاح کرنا چاہیئے ۔ کسی شخص کو حق نہیں ہے کہ وہ کسی لڑکی کا نکاح اس کی مرضی کے خلاف زبردستی کر دے ۔

لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ؕ (۴/۱۹)

"تمہارے لئے یہ ہرگز جائز نہیں کہ تم زبردستی عورتوں کے مالک بن جاؤ"۔

اللہ تعالیٰ نے مردوں اور عورتوں میں پیدائش کے لحاظ سے

کام کی تقسیم جو فرق رکھا ہے اُس کی رُو سے اولاد کی پیدائش اور اس کی پرورش اور تربیت کی بیشتر ذمہ داری عورت کے سر پر ہوتی ہے ۔ اس میں اس کا بہت سا

وقت صرف ہو جاتا ہے ۔ اس لئے رزق کمانا مردوں کے ذمّے ہے ۔

اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ (۴/۳۴)

"عورتوں کو رزق بہم پہنچانا مردوں کی ذمّہ ہے"۔

حسنِ معاشرت گھر میں رہنے سہنے کے لئے اصولی طور پر یہ سمجھ لو کہ

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ج فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّ يَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ○ (۴/۱۹)

"اپنی بیویوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا کرو ۔ اگر ان کی کوئی بات تمہیں (کسی وقت) ناگوار بھی گزرے، (تو اس پر جھٹ سے غصّے میں نہ آجاؤ) ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک بات ناپسند ہو اور خدا نے اس میں تمہارے لئے بڑے فائدہ کی بات پوشیدہ رکھی ہو (اس لئے صبر و تحمل سے کام لیا کرو)۔

نوٹ: (ا) یہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ قرآنِ کریم کی رُو سے مرد اور عورتیں، انسان ہونے کی جہت سے، یکساں عزّت کی مستحق ہیں ۔ نہ مردوں کو محض مرد ہونے کی وجہ سے عورتوں پر کوئی فوقیت حاصل ہے ۔ نہ عورتیں محض عورت ہونے کی وجہ سے مردوں سے کم تر ہیں ۔ اس لئے میاں اور بیوی دونوں زندگی کی گاڑی کے برابر کے پہیئے ہیں ۔ زوج کا یہی مطلب ہوتا ہے ۔

(۲) ہم نے جو اُوپر کہا ہے کہ رزق کمانا مردوں کے ذمّے ہے تو یہ اس لئے کہ عورت ، اولاد کی پرورش اور تربیت اچّھی طرح کر سکے ۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ عورت کو کسی حالت میں بھی کمائی کرنے کے کام کرنے نہیں چاہئیں ۔ ضرورت کے وقت کمائی کے جائز کام کرنے کی ممانعت نہ مردوں کو ہے نہ عورتوں کو ۔

اولاد

(۳)

اولاد کی پرورش ماں باپ کا سب سے پہلا فریضہ ہے ۔ انہیں ضرورت کے مطابق کھانے پینے کو نہ دینا ، ان کی صحت کا خیال نہ رکھنا ، بیمار ہوں تو ان کا علاج نہ کرنا ، ان کی تربیت اور تعلیم کی طرف سے غفلت برتنا ، گویا اولاد کو قتل کر دینا ہے ۔ جو قرآن کریم کی رُو سے بہت بڑا جرم ہے ۔

خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْآ اَوْلَادَ هُمْ (۶/۱۴۰)

"جو لوگ اپنی اولاد کو مار دیتے ہیں ان کے لئے سخت تباہی ہے"۔

لیکن اولاد کی فضول خرچیوں کے لئے یا اُن کے لئے جائدادیں بنانے کی خاطر، ناجائز طریقوں سے کمائی کرنا بھی بہت سخت

جُرم ہے ۔ اس قسم کی اولاد یا بیویاں (جن کی خاطر انسان کو ناجائز طریقے سے کمائی کرنی پڑتی ہے) انسان کی دشمن ہوتی ہیں ۔

اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِکُمْ وَاَوْلَادِ کُمْ عَدُوًّ لَّکُمْ فَاحْذَرُوْا هُمْ ۚ (۱۴/٦۴)

"تمہاری بعض بیویاں اور بچے ایسے بھی ہوتے ہیں جو تمہارے دشمن ہوتے ہیں لہٰذا ایسے بیوی بچوں سے بہت بچنا چاہیئے"۔

رزق حلال

لہٰذا خود بھی حلال و طیّب کمائی کھانی چاہیئے اور اپنے بیوی بچوں کو بھی رِزق حلال کھلانا چاہیئے اور ان کی صحت، تربیت اور تعلیم کا خاص طور پر خیال رکھنا چاہیئے ۔

والدین

(۴)

والدین سے نیک سلوک

ماں باپ، بچّے کی پرورش اس وقت کرتے ہیں جب بچّہ خود کمانے کے قابل نہیں ہوتا ۔ لیکن اس کے بعد رفتہ رفتہ ماں باپ اس عمر کو پہنچ جاتے ہیں جب وہ خود کمائی کرنے کے قابل نہیں رہتے ۔ اس وقت اولاد کا فرض ہے کہ والدین سے نیک سلوک کرے ۔ ان کی کمی کو پورا کرے ۔

وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ج (٦/١٥٢)

"ماں اور باپ سے نیک سلوک کرو"۔

بڑھاپے میں انسان کے اعصاب کمزور ہو جاتے ہیں ۔ طبیعت چڑچڑی ہو جاتی ہے ۔ مزاج میں بچپن

جھڑکو مت آجاتا ہے ۔ یہ اُن کے بس کی بات نہیں ہوتی ۔ ان کی عمر کا تقاضا ہوتا ہے ۔ اس لئے ایسی باتوں پر انہیں جھڑکنا نہیں چاہیئے ۔ بلکہ نرمی سے بات چیت کرنی چاہیئے ۔

فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْ هُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ○ وَ اخْفِضْ جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ○ (۲۴-۲۳-۱۷)

"ان سے سخت کلامی نہ کرو ۔ انہیں جھڑکو نہیں ۔ بلکہ ان سے ادب اور عزّت کے ساتھ بات چیت کرو اور نہایت ہمدردی سے انہیں اپنے دامنِ پرورش کے نیچے رکھو ۔ اور اللہ سے دعا کرو کہ جس طرح انہوں نے مجھے بچپن میں پالا پوسا تھا تو ان کی پرورش کا سامان بہم پہنچاتا رہ"۔

جب تک بچّہ چھوٹا ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ماں باپ

کی ہدایات کے مطابق چلے کیوں کہ وہ ابھی اس قابل نہیں ہو تا کہ اپنے نفع اور نقصان کا فیصلہ خود کر سکے ۔ لیکن جب وہ

اپنے فیصلے آپ کرو

بڑا (یعنی بالغ) ہو جائے اور اپنا نفع و نقصان خود سمجھنے لگ جائے تو پھر اسے اپنے فیصلے آپ کرنے چاہئیں ۔ ماں باپ سے مشورہ کیا جا سکتا ہے ، لیکن فیصلہ خود آپ ہی کرنا چاہیئے۔ کیونکہ قرآنِ کریم میں ہے کہ بڑھاپے میں ان کی عقل کمزور ہو جاتی ہے) ۔ ماں باپ کو بھی چاہیئے کہ جب اولاد جوان ہو جائے تو اس کے معاملات میں از خود دخل نہ دیں ۔

اسلاف کی اطاعت

ہمارے جو بزرگ گزر چکے ہیں ان کا نام عزّت اور احترام سے لینا چاہیئے ، لیکن ان کی کسی بات کو قرآن شریف کی سند کے بغیر دلیل اور حُجّت نہیں تسلیم کر لینا چاہیئے ۔ سند اور حُجّت صرف خدا کی کتاب ہے ، کسی انسان کا قول نہیں ۔

جو باتیں بزرگوں کی طرف منسوب کی جاتی ہیں، اُنہیں قرآن شریف کی روشنی میں پرکھ لینا چاہیئے ۔ ان میں سے جو قرآنِ کریم کے مطابق ہوں انہیں صحیح سمجھنا چاہیئے ۔ جو اس کے خلاف ہوں، انہیں غلط سمجھنا چاہیئے ۔ گزرے ہوئے بزرگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد یہ ہے کہ

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّاكَسَبْتُمْ وَلَاتُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ (۲/۱۳۴)

"یہ لوگ اپنے وقتوں میں دنیا سے چلے گئے ۔ جو کچھ انہوں نے کیا وہ ان کے لئے ہے ۔ جو تم کرو گے وہ تمہارے لئے ہو گا ۔ تم سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ انہوں نے کیا کیا تھا"۔

قرآنِ کریم نے یہ روش کفّار کی بتائی ہے کہ

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَاءَنَا ط . . . . (۲/۱۷۰)

"جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم خدا کی طرف سے نازل کردہ

کتاب (قرآن) کی پیروی کرو، تو وہ کہتے ہیں کہ
نہیں ۔ ہم تو اسلاف ہی کی پیروی کریں گے"۔

یعنی جس طرح ہمارے بزرگوں سے ہوتا چلا آرہا ہے ہم اس کے مطابق چلتے جائیں گے خواہ وہ باتیں عقل و فکر کے بھی خلاف ہوں اور قرآن شریف کے بھی خلاف (۲/۱۷۰)۔ یہ روش بڑی غلط ہے ۔ ہمیں ہر بات کا فیصلہ قرآن شریف کے مطابق کرنا چاہیئے اور جو بات اس کے خلاف ہو اسے چھوڑ دینا چاہیئے ۔ خواہ وہ ہمارے ہاں کتنے ہی عرصے سے کیوں نہ چلی آرہی ہو ۔

رشتہ دار

(۵)

جس طرح ماں باپ سے حسنِ سلوک کی تاکید ہے اسی طرح اور رشتہ داروں سے بھی نیک سلوک کا حکم ہے ۔

وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ ذِي الْقُرْبىٰ . . . O (۲/۸۳)

"اور ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک اور دوسرے رشتہ داروں کے ساتھ بھی"۔

حسنِ سلوک کے معنی یہ ہیں کہ ضرورت کے وقت ان کی جائز مدد کی جائے ۔

وَ اٰتَى الْمَالَ عَلىٰ حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبىٰ . . . . (۲/۱۷۷)

"انسان کو مال سے محبت ضروری ہوتی ہے لیکن اس کے باوجود رشتہ داروں کی مالی مدد ضرور کرنی چاہیئے"۔

مُلازم

(٦)

ماں باپ اور رشتہ داروں ہی سے نیک سلوک نہیں بلکہ اپنے ملازمین سے (یعنی ان لوگوں سے جو تمہارے ماتحت کام کریں، (خواہ گھر میں ہوں خواہ باہر) بھی حسنِ سلوک سے پیش آؤ ۔

وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ط (۴/۳٦)

"اور ماں باپ سے حسنِ سلوک سے پیش آؤ ۔
اور اُن سے بھی جو تمہاری ماتحتی میں ہوں"۔

مُلازم کے اوصاف لیکن ملازم کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ کام کاج نہایت محنت سے کرے اور دیانتدار بھی ہو ۔

اِنَّ خَیْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِیُّ الْاَمِیْنُ ○ (۳۸/۲۶)

"(شعیبؑ کی لڑکی نے باپ سے کہا کہ) بہترین آدمی جسے تو ملازم رکھنا چاہتا ہے وہ ہے جو مضبوط بھی ہو اور دیانتدار بھی"۔

پڑوسی

(۷)

صرف اپنے رشتہ داروں ہی سے حسنِ سلوک نہیں بلکہ ہمسایوں کے ساتھ بھی اچھے سلوک سے پیش آنا چاہیئے۔ خواہ وہ پڑوسی رشتہ دار ہوں یا غیر۔

وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ..... وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبیٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ ... ○ (۴/۳۶)

"اور والدین کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آؤ .... پڑوسیوں کے ساتھ بھی خواہ وہ رشتہ دار ہوں خواہ اجنبی

دوسروں کے گھر جانا (جیسا کہ پہلے بھی لکھا جاچکا ہے، دیکھو چوتھا باب۔ عنوان نمبر ۱۲) ان کے ہاں جاؤ تو اجازت لے کر مکان میں داخل ہو

اور اہل خانہ سے سلام کہو ۔

لَاتَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ؕ (۲۷/۲۴)

''اپنے گھر کے علاوہ کسی اور کے گھر میں جاؤ تو اجازت لے کر اندر داخل ہو اور اس گھر کے رہنے والوں سے سلام کہو''۔

اگر وہ اجازت نہ دیں تو اس کا بُرا مت مانو ۔ دِل میں کوئی خیال لائے بغیر واپس جاؤ۔

وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا (۲۸/۲۴)

''اور اگر وہ کہیں کہ اس وقت واپس چلے جاؤ ۔ تو واپس چلے جاؤ''۔

دوست

(۸)

دوستوں کے ساتھ بھی ہمیشہ حسنِ سلوک سے پیش آؤ ۔

وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ ۝ (۳/۳٦)

"والدین کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آؤ اور
دوستوں کے ساتھ بھی"۔

لیکن دوست اسی کو بناؤ جو خیالات میں تم سے متفق ہو اور شریف ہو ۔ اس باب میں اصولی طور پر یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ جو شخص

غیر مُسلم سے دوستی

قرآن کی تعلیم سے انکار کرے وہ مسلمان کا دوست کبھی نہیں ہو سکتا ۔

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ (۳/۲۸)

"مومنوں کے دوست صرف مومن ہو سکتے ہیں ۔ وہ غیر مومن (کفّار) کو کبھی اپنا دوست نہیں بناتے"۔

خواہ وہ اپنے ماں باپ اور بھائی بند بھی کیوں نہ ہوں۔

لَاتَتَّخِذُوْا اٰبَاءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوْا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ (۹/۲۳)

"اگر تمہارے باپ اور بھائی بھی ایمان کے مقابلہ میں کفر کو پسند کریں تو انہیں اپنا دوست مت بناؤ"۔

اِنصاف ہر ایک سے

لہٰذا اصل رشتہ ایمان اور اسلام کا ہے ۔ خون کا رشتہ اس کے مقابلے میں کوئی شے نہیں ۔

لیکن ، جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے ، عدل و انصاف اور حُسنِ سلوک غیر مسلموں سے بھی کیا جائے گا ۔ کسی کے ساتھ بے انصافی نہیں کی جائے گی ۔ کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا، خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم ۔

یتیم

(۹)

جن کا کوئی پُرسانِ حال نہ ہو ، جو دنیا میں اکیلے رہ جائیں ان کی خبرگیری رکھنا اور ان کی پرورش کرنا نہایت ضروری ہے ۔ قرآنِ کریم کا ارشاد ہے

یتیموں کی عزت

کہ تباہی اور بربادی اس قوم پر آتی ہے جو ان کی خبرگیری نہ کرے جو اکیلے رہ جائیں ۔

کَلَّا بَلْ لَّا تُکْرِمُوْنَ الْیَتِیْمَ (۸۹/۱۷)

"نہیں! یہ تباہی اس لئے آئی ہے کہ تم یتیموں کی عزّت نہیں کیا کرتے تھے"۔

یعنی صرف "خبرگیری" نہیں بلکہ ان کی عزّت کرنی چاہئیے، جس طرح اپنے بچوں اور بھائی بندوں کی عزّت کی جاتی ہے ۔

انہیں کبھی نفرت کی نگاہ سے نہیں دیکھنا چاہئیے ۔

فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ (۹۳/۹)

"یتیم کو کبھی نفرت کی نگاہ سے نہ دیکھو ۔ اسے کبھی نہ جھڑکو"۔

خیرات نہیں انہیں احساس تک نہ ہونے دو کہ وہ خیرات کے ٹکڑوں پر پل رہے ہیں ۔ ان کا ایسا انتظام کرو کہ ان کی رہائش خوراک ، پوشاک ، تعلیم ، تربیت ، صحت ، سب تمہارے اپنے بچّوں جیسی ہو اور اگر ان کی کوئی

یتیم کی جائیداد جائیداد ہو تو اس کی پوری پوری دیکھ بھال کرو ۔ اور جب وہ جوان ہو جائیں تو اسے دیانتداری سے ان کے سپرد کر دو ۔

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ... ۝ (۶/۱۵۳)

"اور یتیموں کے مال کی طرف ہاتھ مت بڑھاؤ ۔ بجز اس کے

کہ ان کے فائدے کے لئے اس کی دیکھ بھال کرنا مقصود ہو ۔ یہ بھی اس وقت تک کرو جب تک وہ جوان نہ ہو جائیں"۔

نوٹ :۔ یتیم صرف اس بچّے کو نہیں کہتے جس کے ماں باپ فوت ہو جائیں ۔ ہر وہ شخص جو معاشرہ میں تنہا رہ جائے قرآنِ کریم کی رُو سے یتیم کہلاتا ہے ۔

حاجتمند

(۱۰)

صرف یتیموں ہی سے حُسنِ سلوک نہیں بلکہ ہر ایک حاجتمند سے ۔

وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا . . . وَالْمَسٰکِیْنِ . . . ○ (۲/۸۳)

"اور والدین کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آؤ ۔ اور حاجتمندوں کے ساتھ"۔

محتاج کا حق جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے ہر مسلمان کی کمائی میں ان لوگوں کا حصّہ ہے جن کی جائز ضروریات، ان کی کمائی سے پوری نہ ہوتی ہوں ۔

یا جو کمانے کے قابل نہ رہیں ۔

وَفِیْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ○ (۵۱/۱۹)

"ان کی کمائی میں ہر ضرورت مند کا اور ہر اس شخص کا جو کمانے کے قابل نہیں رہا حق ہے"۔

ہر ایک کی ضروریات اسلام کا نظام ہی یہ ہے کہ معاشرہ میں کسی فرد کی ضروریاتِ زندگی رُکی نہ رہیں ۔ جس کے پاس اپنی جائز ضرورتوں سے زیادہ ہے، وہ اپنا مال ان لوگوں کے لئے دے دے جن کی ضروریات پوری نہیں ہوتیں ۔ اس لئے ضرورتمند کو غریب سمجھ کر اس سے نفرت نہیں کرنی چاہئیے ۔

وَ اَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ○ (۹۳/۱۰)

"ضرورتمند کو حقیر سمجھ کر اُسے جھڑکو مت"۔

گداگر لیکن سوال یہ ہے کہ ہمارے ہاں پیشہ ور گداگر جو ہٹّے کٹّے ہونے کے باوجود اس طرح بھیک مانگتے پھرتے ہیں کہ نہ کسی کو گھر کے اندر چین لینے دیتے

ہیں نہ باہر بات کرنے دیتے ہیں، کیا وہ بھی ایسے "سائل" ہیں جن کی بابت اُوپر حکم دیا گیا ہے؟ قطعاً نہیں ۔ قرآنِ کریم نے "سائل" کی پہچان یہ بتائی ہے کہ

يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُهُم بِسِيمَاهُمْ ۚ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا (۲/۲۷۳)

"وہ سوال کرنے سے اس حد تک پرہیز کرتے ہیں کہ ناواقف جان ہی نہیں سکتا کہ وہ محتاج ہیں بلکہ انہیں مال دار خیال کرتا ہے ۔ تم انہیں صرف ان کے چہروں کی (افسردگی) سے پہچان سکتے ہو کہ انہیں کچھ ضرورت ہے ۔ یہ کبھی کسی سے لپٹ لپٹ کر نہیں مانگتے"۔

ایسے ضرورتمندوں کی ضرورت کا پورا کرنا ضروری ہے۔ نہ کہ پیشہ ور گداگروں کو بھیک دینا جس سے آپ کی قوم میں مستقل بیکاروں اور کاہلوں کی جماعت موجود رہتی ہے ۔

دکھاوے کی خاطر نہیں لیکن دوسروں کی ضروریات پوری کرنے کے لئے جو کچھ

خرچ کرو، دکھاوے کی خاطر مت کرو بلکہ اس لئے کرو کہ ایسا کرنا تمہارا فریضہ ہے،اس سے تم اپنا فرض ادا کر رہے ہو۔

لَاتُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِىْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ .... ○ (۲/۲٦۴)

"جس کی مدد کرو اسے احسان جتا جتا کر اور اس طرح اسے اذیت پہنچا کر اپنا کیا کرایا ضائع مت کرو ۔ اس شخص کی طرح جو لوگوں کے دکھاوے کی خاطر اپنا مال خرچ کرتا ہے"۔

یہ بہت بُری بات ہے ۔ اس سے تو اچھا ہے کہ تم حاجتمند کو بطریقِ احسن جواب دے دو ۔ (۲/۲٦۳)

مسافر

(۱۱)

صرف انہی حاجتمندوں کی ضروریات کا پورا کرنا ہی نہیں جو ہمارے ہاں مستقل طور پر رہتے ہوں ، بلکہ جو لوگ سفر کرتے ہوئے باہر سے آئیں اور ان کی کوئی جائز ضرورت رُک جائے تو اُن کی مدد کرنا بھی ضروری ہے ۔

وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا . . . . . وَابْنِ السَّبِيْلِ (۴/۳٦)

"ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آؤ اور ضرورتمند مسافروں سے بھی"۔

مسافروں کا حق ان کا بھی اسی طرح سے حق ہے جس طرح رشتہ داروں کا

حق ہے ۔ اس لئے کہ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ تمام دنیا کے انسان ایک ہی برادری کے فرد اور ایک ہی درخت کی شاخیں ہیں ۔ اس لئے کوئی شخص یہاں کا رہنے والا ہو یا باہر سے آیا ہو ، مسلمان ہو یا غیر مسلم ہو ۔ اپنا ہو یا بیگانہ ہو ، انسان ہونے کی حیثیت سے اُس کی رُکی ہوئی ضرورت کا پورا کرنا مسلمانوں کے لئے ضروری ہے۔اُن کی امداد کرنا ان کا حق ادا کرنا ہے ، اُن پر احسان نہیں ہے ۔

وَ اٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ . . . ○ (۱۷/۲۶)

”اور رشتہ دار کا ۔ اور ہر ضرورتمند کا ۔ اور مسافروں کا حق ادا کرو“۔

دنیا میں عام طور پر جو کچھ غریبوں ، محتاجوں ، مسکینوں کو دیا جاتا ہے اسے خیرات کہا جاتا ہے ۔ خیرات دینے والا اپنے آپ کو اپنے دل میں بڑا سمجھتا ہے اور خیرات لینے والا اپنے آپ کو ذلیل خیال

کرتا ہے اور دوسرے لوگ بھی اُسے ذلّت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ۔ قرآن شریف نے خیرات کا تصوّر ہی بدل دیا ۔ اس نے کہا ہے کہ امیروں کے مال میں غریبوں اور محتاجوں کا حق ہے، وہ جو کچھ غریبوں کو دیتے ہیں، خیرات کے طور پر نہیں دیتے ، ان کا حق دیتے ہیں ۔ غریب جو کچھ لیتے ہیں اپنا حق سمجھ کر لیتے ہیں ۔ اس میں نہ دینے والا کوئی احسان کرتا ہے ، نہ لینے والا کسی قسم کی ذلّت محسوس کرتا ہے ۔

واضح رہے کہ یہ احکام اُس وقت کے لئے ہیں جب کسی جگہ ابھی اسلامی نظام قائم نہ ہوا ہو ۔ اسلامی نظام میں ہر ایک کی ضروریات کا پورا کرنا اس نظام کے ذمّے ہوتا ہے ۔

چھٹا باب

سرکاری ملازمین کے لئے

سرکاری ملازمین کا عہد نامہ

۱ - تمہید عام طور پر قاعدہ ہے کہ جب کوئی شخص حکومت کی ملازمت اختیار کرتا ہے تو اسے بتایا جاتا ہے کہ اس کے فرائض اور ذمّہ داریاں کیا ہوں گی اور اس کے حقوق اور واجبات کیا ۔ اسلامی نظامِ حکومت میں "ملازم" اور "آقا" کا تو سوال ہی نہیں ہو گا ، وہاں سب ایک دوسرے کے رفیق و مددگار اور ایک مشینری کے پرزے ہوں گے ۔ وہاں "افسری اور ماتحتی" کی شکل نہیں ہو گی ،بلکہ کام کی تقسیم کے اصول کے مطابق مختلف لوگوں کے سپرد مختلف کام ہوں گے ۔ ان میں سے

۲ ۔ بنیادی اصول ہر شخص کو بتایا جائے گا کہ تم ایک ایسے نظامِ مملکت کے کارندوں میں شامل ہو رہے ہو جو اس صداقت پر قائم ہوا ہے کہ

اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ ؕ (۱۲/۴۰)

"حاکم ہونے کا حق صرف خدا کو حاصل ہے"۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہیں اپنے تمام فیصلوں میں ان قوانین کو سامنے رکھنا ہو گا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآنِ کریم میں دیئے گئے ہیں ۔ اگر تم ان کے مطابق فیصلے نہیں کرو گے تو تم اپنے آپ کو اسلامی معاشرہ کا فرد نہیں کہلا سکتے ۔ اس لئے کہ

مَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ ○ (۵/۴۴)

"جو شخص خدا کے نازل کئے ہوئے (قرآن) کے مطابق فیصلے نہیں کرتا تو ایسے لوگ (مومن نہیں) کافر ہیں"۔

تمہیں ہر فیصلے کے وقت اس حقیقت کو سامنے رکھنا ہو گا کہ تم اس کے لئے اس خدا کے سامنے جواب دہ ہو گے جو يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرِ ۝ (۱۹/ ۴۰)

"نگاہ کی خیانت اور دل کے رازوں تک سے واقف ہے"۔

۳ ۔ بنیادی مقصد تمہاری زندگی کا بنیادی مقصد وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ ... ۝ (۳۱/ ۱۷) ہونا چاہیئے ۔ یعنی جن کاموں کے کرنے کا خدا نے حکم دیا ہے انہی کو کرنے کا تم حکم دو اور جن سے اس نے روکا ہے، ان سے لوگوں کو روکو۔

۴ ۔ عمل اس کے لئے ضروری ہو گا کہ تم ان احکام کی پابندی پہلے خود کرو ۔ اگر تمہارے قول اور فعل میں تضاد اور احکام اور سیرت میں مخالفت ہو گی تو تم اسلامی نظام کی مشینری کے پُرزے نہیں بن سکتے ۔ اس لئے کہ خدا کا حکم یہ ہے کہ

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○ (۶۱/۲-۳)

"اے ایمان والو! تم وہ کچھ کہتے کیوں ہو جو خود کر کے نہیں دکھاتے! یاد رکھو! اللہ کے نزدیک یہ طرزِ عمل بہت ناپسندیدہ ہے کہ تم زبان سے وہ کچھ کہو جس کی تائید تمہارے عمل سے نہ ہو رہی ہو۔

---

۵ ۔ عدل تمہیں لوگوں کے معاملات میں فیصلہ دینا ہو گا ۔ اس کے لئے ہمیشہ یاد رکھو کہ

وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ (۴/۵۸)

"جب تم لوگوں کے معاملات کے فیصلے کرو تو ہمیشہ عدل و انصاف کے مطابق فیصلہ کرو"۔

خواہ یہ فیصلہ تمہارے عزیز رشتہ داروں ، یا دوستوں، حتیٰ کہ خود اپنے مفاد کے بھی خلاف کیوں نہ جائے ۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ

وَلَوْ عَلیٰ اَنْفُسِکُمْ اَوِالْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ ج اِنْ یَّکُنْ غَنِیًّا اَوْ فَقِیْرًا . . . . فَلَا تَتَّبِعُوا الْھَوٰی اَنْ تَعْدِلُوْا ج (۴/۱۳۵)

"اے ایمان والو! انصاف کی پوری پوری محافظت کرنے والے اور فقط خدا کے لئے شہادت دینے والے بنو ۔ خواہ یہ فیصلہ اور شہادت تمہاری اپنی ذات کے خلاف ہی کیوں نہ جائے یا تمہارے ماں باپ کے خلاف یا عزیز رشتہ داروں کے خلاف ۔ خواہ یہ امیر کے حق میں جائے یا غریب کے ۔ تم اس فیصلے پر کبھی اپنے جذبات اور رجحانات کو اثر انداز نہ ہونے دو ۔ بس یہی ایک طریقہ ہے جس سے تم عدل کر سکو گے ۔

عدل صرف اپنوں ہی کے ساتھ نہیں بلکہ غیروں کے ساتھ بھی ۔ حتیٰ کہ دشمنوں کے ساتھ بھی ۔

لَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا ط (۵/۸)

"کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس پر آمادہ نہ کر دے کہ تم

انصاف کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دو"۔

٦ ۔ احسان بھی | عدل ہی نہیں بلکہ مستحق لوگوں کے ساتھ احسان بھی ۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ (۱٦/۹۰)

"اللہ (تمہیں) عدل اور احسان دونوں کا حکم دیتا ہے"۔

احسان کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص میں اس کے قصور کے بغیر، کوئی کمی آجائے ، اُس کی اِس کمی کو پورا کر دیا جائے ۔

---

۷ ۔ امانت | یاد رکھو! اس فریضہ کو سنبھال کر تم نے بہت بڑی ذمہ داریاں اپنے سر پر لے لی ہیں ۔

یہ ذمّہ داریاں، خدا کی امانت ہیں ۔ اس امانت کو نہایت ذمّہ داری سے ادا کرنا ۔ ملّت کی ایک ایک چیز ، حکومت کا ایک ایک راز ، ہر وہ چیز جو تمہاری تحویل میں دی گئی ہے ، سب امانتیں ہیں ۔ اِنہیں اُن تک پہنچا دو جن کی یہ ہیں ، راستے میں خیانت مت کرو ۔

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰیٓ اَهْلِهَا ۙ (۴/۵۸)

"اللہ تمہیں تاکیدی حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ان تک پہنچا دا کرو جو ان کے اہل ہیں"۔

یہ بھی یاد رکھو کہ جن اسامیوں کا پُر کرنا تمہارے اختیار میں ہے وہ اسامیاں بھی خدا کی امانت ہیں ۔ اس امانت کو اس کو دو جو اس کا اہل ہے ، جو اس کی قابلیت رکھتا ہے۔ نااہل لوگوں کو بھرتی نہ کرو ۔ نہ ہی اس میں اقرباپروری اور اعزہ نوازی کو دخل دینے دو ۔ جن معاملات میں تم پر اعتماد کیا جاتا ہے اس اعتماد پر پورے اترو ۔

لَا تَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِکُمْ ۙ O (۸/۲۷)

"اپنے اعتماد کو ہمیشہ نبھاؤ ۔ اس میں خیانت نہ کرو"۔

۸ ۔ باہمی اعتماد یہ بھی سمجھ رکھو کہ آپس کے معاملات ہمیشہ باہمی اعتماد اور بھروسے پر چلا کرتے ہیں ۔ اس لئے

فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِى اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ . . . ○ (۲/۲۸۳)

"اگر تم میں سے ایک شخص دوسرے کا اعتماد
کرتا ہے تو جس پر اعتماد کیا گیا ہے اسے چاہیئے
کہ اس اعتماد کو پوری طرح نبھائے اور اس
امانت کو بحسن و خوبی ادا کرے"۔

---

۹ ۔ سازشیں | کبھی سازش نہ کرو ۔ اس لئے کہ

وَ لَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ط (۳۵/۴۳)

"شرانگیز سازش خود اسی کو پھانس لیا کرتی ہے
جو اسے وضع کرتا ہے"۔

---

۱۰ ۔ باہمی تعاون | نظم و نسق باہمی تعاون سے چل سکتا ہے ۔
لہٰذا تعاون (ایک دوسرے کے ساتھ شامل)
ہونا ضروری ہے ۔ لیکن تعاون صرف ان معاملات میں کرو جو خدا کے

قانون کے مطابق ہوں اور جن سے خوشحالی اور بہبودی زیادہ ہو ۔ نہ ان کاموں میں جو اس قانون کے خلاف جائیں اور جن سے انحطاط اور زوال آجائے ۔

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۖ (۵/۲)

"اور کشائش اور قانون کی حفاظت کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو ۔ اس کے برعکس ، انحطاط وزوال اور قانون سے سرکشی کے کاموں میں کبھی کسی کی مدد نہ کرو" ۔

اصول یہ رکھو کہ

اِتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ۞ (۹/۱۱۹)

"خود قانونِ خداوندی کی نگہداشت کرو ۔ اور ان کا ساتھ دو جو سچّائی پر ہوں" ۔

اچّھے کاموں میں اس کا انتظار نہیں کرتے رہنا چاہیئے کہ کوئی کہے تو پھر دستِ تعاون بڑھایا جائے ۔ آپ خود آگے بڑھو اور دوسروں کو اس میں شریک ہونے کی دعوت دو ۔ اس لئے کہ مومنین

کا طریقہ یہ ہے کہ وہ

وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ لا۵ وَتَوَصَوْا بِالصَّبْرِ O (۱۰۳/۳)

"ایک دوسرے کو حق اور استقامت کی تلقین کرتے رہتے ہیں"۔

۱۱ ۔ سفارش ہر شخص کو اپنا اپنا کام اپنی صوابدید کے مطابق کرنے دو ۔ اور خواہ مخواہ دوسروں کے شعبوں میں دخل اندازی مت کرو ۔ لیکن اگر دیکھو کہ کسی معاملہ میں تمہارا کوئی رفیق کار ، اصلی حالات سے بے خبر ہونے کی وجہ سے غلط فیصلہ کر رہا ہے تو اسے اصلی حالات سے باخبر کر دو ۔ اور اس طرح حقدار کو اس کا حق دلانے میں حق دار کی اور اس فیصلہ کرنے والے کی مدد کرو ۔ اسی کو "نیک سفارش" کہا جاتا ہے ۔ اس کے برعکس اگر تم کسی پر اثر ڈال کر اس سے کسی کے حق میں یا کسی کے خلاف غلط فیصلہ کراؤ گے تو یہ "برائی کی سفارش" ہو گی ۔ جس کا نتیجہ تمہیں بھی بھگتنا پڑے گا ۔

مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّه نَصِيْبٌ مِّنْهَا ج

وَمَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَهُ كِفْلٌ مِّنْهَا ط (۴/۸۵)

جو کوئی کسی نیک کام میں کسی کے ساتھ کھڑا ہو جائے تو اس کے اچھے نتائج میں اس کا بھی حصّہ ہے اور جو کوئی برائی کے کام میں کسی کے ساتھ لگ جائے تو اُس کے بُرے نتائج میں اس کا حصّہ ہو گا۔

کسی بد دیانت کی حمایت نہ کرو

لیکن کسی بد دیانت کی حمایت نہ کرو۔ نہ ہی اس کے معاملہ میں اس کی وکالت کرو۔

وَ لَاتَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا ۝ (۴/۱۰۵)

"کسی بد دیانت، خیانت کرنے والے کے معاملہ کی وکالت نہ کرو"۔

نہ ہی کبھی کسی مجرم کے پشت پناہ بنو۔ تم ہمیشہ اس خیال اور کوشش میں رہو کہ

فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ (۲۸/۱۷)

"میں کبھی مجرموں کا پشت پناہ نہیں بنوں گا"۔

۱۲ ـ آنکھیں کھول کر رکھو معاملات کے فیصلے اڑتی ہوئی خبروں اور صرف دوسروں کے بیانات پر نہ کر دیا کرو ۔ بلکہ ہمیشہ ذاتی تحقیق کے بعد کوئی رائے قائم کیا کرو ۔

وَلَا تَقْفُ مَالَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ۝ (۱۷/۳٦)

"جس بات کا تمہیں علم نہ ہو اس کے پیچھے مت لگ جایا کرو ۔ یاد رکھو تم سے پوچھا جائے گا کہ تم نے اس کے لئے اپنے ذرائع علم ، یعنی سماعت ، بصارت ، عقل و فہم کو استعمال کیا تھا اور اپنے جذبات کو دخل انداز تو نہیں ہونے دیا تھا" ۔

خبروں کی تحقیق کرو جب تم تک کوئی ایسی بات پہنچے جس کا تعلّق مملکت کے امور سے ہے تو بغیر تحقیق کئے نہ اسے خود تسلیم کرو اور نہ ہی اسے یونہی آگے پھیلاؤ ۔ بلکہ اسے ذمّہ دار لوگوں تک پہنچاؤ تاکہ

وہ اس کی بابت تحقیق کریں ۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۝ (۴۹/۶)

"اے ایمان والو! اگر کوئی فتنہ پرداز تم تک کوئی بات لے کر آئے تو اس کی خوب تحقیق کیا کرو ۔ ایسا نہ ہو کہ تم محض اپنی غفلت کی وجہ سے کسی جماعت کو نقصان پہنچا بیٹھو اور اس کے بعد اپنے کئے پر پشیمان ہونا پڑے"۔

۱۳ ۔ مشورہ ہر معاملہ میں ان لوگوں سے مشورہ کرو جو اس کے متعلق تم سے زیادہ واقف ہیں ۔

مشورہ کا حکم (اور تو اور خود) رسول اللہؐ کو بھی تھا ۔ چنانچہ آپؐ سے کہا گیا تھا کہ

وَشَاوِرْهُمْ فِى الْاَمْرِ ۚ (۳/۱۵۸)

"معاملات میں اپنے رفقاء سے مشورہ کیا کرو ۔

جب ذاتی تحقیق اور باہمی مشورہ کے بعد کسی نتیجہ پر پہنچ جاؤ

تو پھر تذبذب میں نہ پڑو ۔ فیصلہ کر لو اور جب فیصلہ کر چکو تو پھر عزم راسخ (پکے ارادے) سے اس پر عمل پیرا ہو جاؤ ۔ چنانچہ جس آیت کو اوپر درج کیا گیا ہے اس کا باقی ماندہ حصہ یہ ہے ۔

فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ (۳/۱۵۸)

"اور جب تم عزم کرو تو پھر خدا پر بھروسہ کر کے (اس فیصلہ کو نافذ کر ڈالو)"۔

۱۴ ۔ ثابت قدمی اور اس راہ میں جس قدر مشکلات کا سامنا ہو، ہمت اور استقلال سے ان کا مقابلہ کرو ۔

وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝ (۳۱/۱۷)

"جو کچھ تم پر آئے اس کا ہمت سے مقابلہ کرو ۔ ثابت قدم رہنا بہت بڑی بات ہے"۔

۱۵ ۔ مدافعت اگر فتنہ برپا کرنے والے سے سابقہ پڑے

تو انہیں پہلے حسنِ سلوک سے رام کرنے کی کوشش کرو ۔

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ السَّیِّئَةَ ط (۲۳/۹۶)

"برائی کی روک تھام نہایت عمدہ طریقہ سے کرو"۔

۱۶ ۔ سزا لیکن اگر وہ اس حسنِ سلوک سے ناجائز فائدہ اُٹھائیں اور اپنی شرارتوں سے باز نہ آئیں تو انہیں ان کی شرارتوں کی قرار واقعی سزا دو ۔

جَزٰٓؤُا سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُهَا ج (۴۰/ ۴۲)

"جرم کی سزا اس کے مطابق ہونی چاہیئے"۔

۱۷ ۔ معافی لیکن اگر کسی سے کوئی لغزش نادانستہ ہو گئی ہے اور وہ اپنے کئے پر نادم ہے اور آئندہ کے لئے اپنی اصلاح کرنے پر آمادہ ہے تو اسے اس کی غلطی پر معاف کر دو ۔

مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ (۶/۵۴)

"جو کوئی تم میں سے غلطی سے کوئی برا کام کر بیٹھے پھر

اس پر نادم ہو جائے اور اپنی اصلاح کر لے تو اللہ تمہیں اپنی حفاظت میں لے لے گا اور تمہیں اپنی رحمت سے نوازے گا ۔ یاد رکھو! لوگوں سے معاملہ داری میں اپنی طبیعت کو بے قابو نہ ہونے دو ۔ اور اگر غصہ آئے تو اپنے جذبات کا رُخ کسی دوسری طرف پھیر دو ۔ اس لئے کہ

وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ط وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ O (۳/۱۳۴)

"جو لوگ اپنے غصّے کو دوسری طرف لوٹا دیتے ہیں اور لوگوں (کی ندامت پر) انہیں معاف کر دیتے ہیں تو اللہ ایسے حُسنِ عمل کو محبوب رکھتا ہے"۔

۱۸ ۔ رفقاء کا انتخاب جب کسی کے سپرد کوئی کام کرو تو اچھی طرح سے دیکھ لو کہ وہ اس کام کے لئے موزوں بھی ہے ۔ اس موزونیت کے لئے جسمانی صلاحیت اور کیرکٹر کی عمدگی دونوں ضروری ہیں ۔

اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ O (۲۸/۲۶)

"بہترین کام کرنے والا وہ ہے جو جسمانی طور پر مضبوط ہو اور دیانتدار بھی"۔

نیز ان میں علمی قابلیت بھی ہو۔ حضرت طالوت کے متعلق ہے کہ اللہ نے انہیں اس لئے فوج کی کمان کے لئے منتخب کیا تھا کہ ان میں

زَادَہٗ بَسْطَۃً فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ؕ (۲/۲۴۷)

"علمی قابلیت اور جسمانی توانائی دونوں وافر طور پر موجود تھیں"۔

۱۹۔ بحث و تمحیص جب اپنے ساتھیوں اور ماتحتوں سے کسی معاملہ میں بحث کرو تو نہایت موزوں طریقہ سے بحث کرو۔ انہیں اپنا نقطۂ نگاہ اچھی طرح سے سمجھاؤ۔ ان کا نقطۂ نگاہ اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کرو۔ اپنے دعوے کی تائید میں دلائل پیش کرو۔ دوسروں کے دلائل پر غور کرو۔

وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ ؕ (۱۶/۱۲۵)

"ان سے بحث کرو تو نہایت عمدہ طریق سے کرو۔
چیخ چیخ کر بات مت کرو"۔

وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۚ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ
لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ○ (۳۱/۱۹)

"اپنی آواز کو نرم رکھو۔ یاد رکھو! سب آوازوں سے
کرخت اور ناپسندیدہ آواز گدھے کی آواز ہے"۔

۲۰۔ عزّت کا معیار اپنے ماتحتوں کو کبھی ذلیل نہ سمجھو۔
جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے، یہاں
سوال تقسیمِ کار کا ہے۔ افسری اور ماتحتی کا نہیں۔ عزّت کا
معیار تنخواہ یا عہدہ نہیں بلکہ حسنِ کارکردگی ہے۔

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (۴۹/۱۳)

"اللہ کی نگاہ میں سب سے زیادہ صاحبِ عزّت وہ ہے جو
سب سے زیادہ خدا کے قانون اور ضوابط کی نگہداشت
کرتا ہے"۔

۲۱ ۔ محنت کا معاوضہ اپنے رفقاء کے متعلّق ہمیشہ اس کا خیال رکھو کہ ان پر ان کی استطاعت سے زیادہ بوجھ نہ پڑے اور انہیں ان کی محنت کا پورا پورا معاوضہ ملے ۔

وَ اَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا (۱۷/۳۵)

"اور جب ماپو تو ماپ کر پورا کرو ۔ اور سیدھے ترازو سے تولو۔ یہ بہت عمدہ روش اور مآلِ کار بہترین نتائج کی حامل ہے"۔

"ماپ تول اور وزن" سے مراد یہی نہیں کہ تم خرید و فروخت میں پورا تولو ۔ اس سے یہ بھی مراد ہے کہ ہر شخص کو اس کی محنت کا پورا پورا معاوضہ ملے اور کسی کے حقوق کی پامالی نہ ہو۔

۲۲ ۔ حسنِ سلوک تم خلقِ خدا کے خدمت گزار ہو ۔ لوگ تمہارے پاس اپنے معاملات اور شکایات لے کر آئیں گے ۔

لَاتُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ . . . . ○ (۳۱/۱۸)

"ان سے بے رُخی نہ برتو"۔

ان سے جو بات بھی کرو، صاف واضح اور اس طریق سے کرو کہ وہ سیدھی ان کے دل تک اُتر جائے ۔

وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًاۢ بَلِيْغًا ○ (۴/۶۳)

"اور لوگوں سے ایسی بات کرو جو ان کے دل میں اُتر جائے"۔

"اور بڑے خوبصورت انداز سے گفتگو کرو"۔

وَقُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ (۱۷/۵۳)

"میرے بندوں سے کہہ دو کہ بات ایسی کیا کریں جو بڑی متوازن اور نہایت خوبصورت ہو"۔

کبھی مبہم اور دو معنی باتیں نہ کرو ۔

قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا (۳۳/۷۰)

"بالکل واضح اور سیدھی بات کرو"۔

۲۳ ۔ جھوٹ | کبھی جھوٹ نہ بولو ۔ نہ ہی تصنع اور بناوٹ

کی گفتگو کرو۔

وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ (۲۲/۳۰)

"جھوٹ اور بناوٹ کی باتوں سے پرہیز کرو"۔

اگر کوئی بات صیغۂ راز میں رکھنے کی ہو تو کہہ دو کہ اسے نہیں بتایا جاسکتا۔ خواہ مخواہ جھوٹ کو سچ کا لباس پہنا کر پیش نہ کرو۔

وَلَاتَلْبِسُوْا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ ... ○ (۲/۴۲)

"اور سچ اور جھوٹ کو خلط ملط نہ کرو"۔

جب کسی سے وعدہ کرو کہ اس کا فلاں کام فلاں وقت تک ہو جائے گا تو اس وعدہ کو پورا کرو اور خود دیکھو کہ وہ کام اس وقت پر ہو گیا ہے۔

یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ط (۵/۱)

"اے ایمان والو! اپنے وعدوں کو ہمیشہ پورا کرو"۔

۲۴۔ عام نقشہ تمہارے باہمی تعلقات کا نقشہ اس قسم کا ہونا چاہیئے کہ

لَایَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ .... وَلَا تَلْمِزُوْا اَنْفُسَکُمْ وَلَاتَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ... اِجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ ز

اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ط (۱۲—۱۱/ ۴۹)

"تم میں کوئی پارٹی دوسری پارٹی کا مذاق نہ اڑائے ۔ نہ ہی ایک دوسرے پر بہتان لگاؤ ۔ نہ آپس میں ایک دوسرے کے نام دھرو ۔ بد ظنی سے بہت بچو ۔ بعض وقت بد ظنی جرم تک پہنچ جاتی ہے ۔ دوسروں کی ٹوہ میں نہ لگے رہو ۔ ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو"۔

اگر کسی نے اپنی قابلیت اور محنت کی بناء پر کوئی بلند مقام حاصل کر لیا ہے تو اس کا حسد نہ کرو (۴/۵۴) بلکہ تم بھی کوشش کرو کہ قابلیت اور محنت سے اسی قسم کا مقام حاصل ہو جائے ۔ یاد رکھو! صحیح نظام میں

لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَاسَعٰى (۵۳/۳۹)

"ہر شخص کو اس کی کوشش کا صلہ ملتا ہے"۔

اور "کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا"۔

جو محنت کرتا ہے اس کا پھل پاتا ہے ۔ جو جرم کرتا ہے اسے اس کی سزا ملتی ہے ۔ یہ نہیں ہوتا کہ محنت کوئی اور کرے اور اس کا پھل مجھے مل جائے یا جرم میں کروں اور سزا کوئی اور پائے ۔

۲۵ ۔ نظریۂ پاکستان | اپنے تمام ارادوں اور فیصلوں، کام اور

تدبیروں میں ہمیشہ اس اصلِ عظیم کو سامنے ۔۔۔
رکھو کہ جس حکومت کی مشینری کے تم پُرزے ہو اس کا قیام اس مقصد کے حصول کے لئے عمل میں آیا ہے کہ پاکستان ایک اسلامی مملکت بن جائے ۔ یہاں قرآنِ مجید کے احکام اور قوانین نافذ ہوں ۔ یہی ہمارے مطالبۂ پاکستان کی بنیاد تھی ۔ یہی اس مملکت کی بنیاد ہے ۔ اسی کو نظریۂ پاکستان کہتے ہیں ۔ اگر یہ نظریہ قائم ہے تو پاکستان بھی قائم رہے گا ۔ اور پاکستان قائم رہے گا تو ہم بھی باعزّت زندگی بسر کر سکیں گے اور اسلام کا نام بھی دنیا میں روشن رہے گا۔

اس مقصد کو حاصل کرنے کے
لئے ہمیشہ جدّوجُہد کرتے رہو اور یہ کبھی نہ کہو کہ جب دوسرے لوگ غلط راہ پر چل رہے ہیں تو میں بھی کیوں نہ انہی کی راہ چلوں ۔ یاد رکھو!

عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ ج لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا هْتَدَیْتُمْ ط (۵/۱۰۵)

"تم پر (سب سے پہلے) تمہاری اپنی ذمّہ داری عائد ہوتی ہے جو غلط راہ پر چل رہا ہے وہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا ۔ اگر تم سیدھی راہ پر چل رہے ہو تو"۔

ساتواں باب

اجتماعی زندگی

مسلمانوں کی اجتماعی زندگی

۱ ۔ ایک قوم | مسلمانوں کی زندگی الگ الگ رہنے کی نہیں بلکہ ایک قوم (اُمّت ۔ملّت ۔جماعت) کی زندگی ہے ۔

قرآنِ کریم میں کسی اکیلے مسلمان کو ایک جگہ بھی مخاطب نہیں کیا گیا ۔ پوری کی پوری جماعت (اُمّت) کو مخاطب کیا گیا ہے اور ان کے متعلق صاف صاف الفاظ میں کہدیا گیا ہے کہ خدا نے انہیں ایک اُمّت بنایا ہے ۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَسَطًا . . . ○ (۲/۱۴۳)

"اور اس طرح ہم نے تمہیں ایک ایسی اُمّت بنایا ہے جو بین الاقوامی حیثیت رکھتی ہے"۔

یہ بہترین اُمّت ہے جسے تمام انسانوں کے فائدے کے لئے

پیدا کیا گیا ہے ۔

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ .... ○ (۳/۱۱۰)

"تم بہترین امت ہو جسے نوع انسانی کے فائدے کے لئے پیدا کیا گیا ہے"۔

۲ ۔ اختلاف (فرقہ بندی) اس "ایک اُمّت" میں اختلاف پیدا کرنا ، ان کا مختلف فرقوں میں بٹ جانا ، ان میں پارٹیوں کا پیدا ہو جانا اسلام کے خلاف ہے ۔ اس کے متعلق قرآنِ کریم نے کھلے کھلے الفاظ میں کہہ دیا ہے کہ

وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ○ (۳۰/۳۱)

"دیکھنا! کہیں مسلمان ہو جانے کے بعد پھر سے مشرک نہ بن جانا"۔

یعنی

مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ ... ○ (۳۰/۳۲)

"ان لوگوں میں سے نہ ہو جانا جنہوں نے اپنے
دین میں مختلف فرقے پیدا کر لئے"۔

اور

کَانُوْا شِیَعًا ط (۳۰/۳۲)

"اس طرح مختلف گروہوں میں بٹ گئے"۔

اور اس کے بعد حالت یہ ہو گئی کہ

كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ (۳۰/۳۲)

"ہر فرقہ یہ سمجھ کر خوش ہو گیا کہ ہم سچے ہیں اور
باقی سب جھوٹے ہیں"۔

خدا نے واضح الفاظ میں کہہ دیا کہ جو لوگ فرقے بنا لیں اُن
سے خدا کا واسطہ رہا نہ اُس کے رسول کا کوئی تعلق ۔

اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَکَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِیْ
شَیْءٍ ط (۶/۱۵۹)

"جو لوگ دین میں فرقے پیدا کر لیں ان سے
(اے رسول) تیرا کوئی واسطہ نہیں"۔

(الف) مومن بھائی بھائی ہیں قرآنِ کریم نے واضح الفاظ میں بتادیا ہے کہ

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ (۴۹/۱۰)

"سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں"۔

نسل، زبان، صوبائی تفریق کی بنا پر آپس میں اختلاف پیدا کر لینا اسلام کے خلاف ہے ۔ اس لئے سب اہلِ پاکستان کو باہمی محبّت اور مودّت کے ساتھ رہنا چاہیئے ۔ اگر ان میں کبھی کوئی جھگڑا پیدا ہو جائے تو دوسرے مسلمانوں کا فرض ہے کہ ان میں باہمی صلح کرادیں ۔

فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ ... ○ (۴۹/۱۰)

"اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرادیا کرو"۔

صلح کرانے میں عدل اور انصاف کو ہمیشہ ملحوظ رکھنا چاہیئے ۔ اس کے بعد جو شخص یا پارٹی، عدل و انصاف پر مبنی فیصلہ سے سرتابی کرے تو اسے اس سے روکنا چاہیئے خواہ ایسا طاقت کے بل پر بھی کیوں نہ کرنا پڑے (۴۹/۹)۔

۳ ۔ فرقہ بندی دور کیسے ہو؟ اللہ تعالیٰ نے بتا دیا ہے کہ فرقہ بندی اور اختلافات

رفع کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ تم سب (اپنے اپنے خیالات اور عقائد چھوڑ کر) صرف قرآنِ کریم کی اطاعت کرو۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيْعًا وَّ لَاتَفَرَّقُوْا ... (۳/۱۰۳)

"تم سب کے سب اکٹھے مل کر سر رشتۂ خداوندی (قرآن) کو تھام لو اور فرقے مت بنو"۔

یعنی صرف اس دین پر چلو جسے قرآن کریم نے تجویز کیا ہے۔ اپنے تمام معتقدات اور قوانین کو قرآن کی کسوٹی پر پرکھو۔ جسے وہ صحیح قرار دیدے اسے صحیح سمجھو اور جسے وہ غلط کہدے اسے غلط سمجھو اور اپنے آپ کو صرف مسلمان کہو کیونکہ یہی وہ نام ہے جو تمہارے لئے اللہ نے تجویز کیا ہے۔

هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ .... (۲۲/۷۸)

"اسی نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے"۔

۴۔ اسلامی نظام اس کی عملی شکل یہ ہے کہ مسلمانوں کا ایک نظام ہو جس کے مطابق وہ اپنی

زندگی بسر کریں ۔ اس نظام کا ضابطۂ قوانین قرآنِ کریم ہو گا ۔

ملّت اپنے نمائندے منتخب کرے ۔ یہ نمائندے اپنے میں سے سب سے بہتر آدمی کو اپنا امیر منتخب کر لیں ۔ یہ امیر اپنی مجلسِ مشاورت کے مشورے سے حالات کے مطابق قرآنِ کریم کے قوانین نافذ کرے اور باقی ملّت ، اس مرکز سے نافذ شدہ قرآنی قوانین کی اطاعت کرے ۔ اس کا نام ہے اسلامی نظام ۔

یہ نظام ساری ملّت کے لئے ہو گا ۔ لیکن اس کے نیچے اس قسم کا نظام چھوٹے حصّوں میں بھی قائم ہوتا چلا جائے گا ۔ مثلاً ایک شہر کے مختلف

چھوٹے چھوٹے حصّے

محلّوں کے مسلمان اسی طرح اپنے نمائندے منتخب کریں۔ پھر دو دو، چار چار، محلّوں کا اسی قسم کا نظام بنا لیا جائے ۔ اسی طرح یہ سلسلہ بڑھتا جائے تاآنکہ پورے شہر کا ایک نظام بن جائے اور اس طرح مختلف شہروں کے نمائندوں سے پوری مملکت کا نظام بن جائے ۔

اس نظام کے ذریعے ملّت کے ہر فرد کی آواز سب سے اُوپر پہنچ سکے گی ۔ اور اوپر سے نافذ شدہ فیصلے ملّت کے ایک ایک فرد تک پہنچ جائیں گے ان سب کی راہ نمائی قرآنِ کریم کی رُو سے ہوگی ۔

پارٹیاں نہیں ہوں گی

اس نظام میں نہ مذہبی فرقہ پرستی کی کہیں گنجائش ہو سکتی ہے اور نہ ہی سیاسی پارٹیوں کی ۔ ساری کی ساری ملّت ایک پارٹی ہو گی ، جس کا ایک نظام ہو گا اور اس نظام کا ضابطۂ ہدایت قرآن ہو گا ۔

ساری دنیا کے مسلمان

اور جب یہی نظام پھیل کر تمام دنیا کے مسلمانوں پر حاوی ہو جائے گا تو ان سب کا ایک ہی مرکز ہو گا اور ایک ہی ضابطۂ ہدایت ۔

اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کے لئے یہی نظام تجویز کیا تھا اور رسولؐ اللہ نے اس نظام کو عملاً قائم کر کے دکھایا تھا ۔ اسی نظام کی اطاعت کا نام خدا اور رسول کی اطاعت تھی جس کی اس قدر تاکید

قرآنِ کریم میں آئی ہے ۔ یہی نظام اب قائم ہونا چاہیئے ۔
اس کے سوا وحدتِ ملّت کی اور کوئی صورت نہیں ۔

تمام انسانوں کے لئے

ہم نے اوپر لکھا ہے کہ یہی نظام تمام دنیا کے مسلمانوں پر حاوی ہو جائے گا ۔ پہلے یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ قرآنِ کریم کی رُو سے تمام دنیا کے مسلمان ایک ہی اُمت کے فرد ہیں ۔ اس لئے ان سب کا نظام بھی ایک ہی ہونا چاہیئے ۔ انتظامی سہولتوں کی غرض سے مختلف ملکوں میں بسنے والے مسلمانوں کو الگ الگ خطوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے ۔ لیکن ان سب کا ایک ہی نظام اور ایک ہی مرکز ہونا ضروری ہے ۔ اس نظام کی بنیاد قرآنِ کریم پر ہوگی اور اس کا عملی پروگرام مسلمانوں کے باہمی مشورہ سے طے پائے گا ۔ حج سے مقصد ہی یہی تھا کہ تمام دنیا کے مسلمانوں کے نمائندے ایک جگہ جمع ہو کر باہمی مشورہ سے اپنے لئے عملی پروگرام مرتب کریں ۔

دوسری بات یہ سمجھ لینی چاہیئے کہ اگرچہ یہ نظام مسلمانوں پر حاوی ہو گا لیکن اس کی برکات تمام انسانوں کے لئے عام ہوں گی اس

نظام کا بنیادی مقصد تمام نوعِ انسانی کی ضروریات زندگی کا پورا کرنا اور ان کی صلاحیتوں کی نشوونما کرنا ہے ۔ اس لئے تمام دنیا کے انسان اس نظام کے احاطے کے اندر رہوں گے اور ان سب کی ربوبیت اس نظام کا فریضہ ہوگی ۔ اس طرح تمام دنیا کے انسان ایک برادری کے لوگ بن جائیں گے ۔ قرآنِ کریم کا دعویٰ ہے کہ ایسا نظام قائم ہو کر رہے گا ۔ دنیا میں اس کا احساس عام ہو رہا ہے اور اس سے نظر آرہا ہے کہ اب ساری دنیا کے انسان ایک برادری کی حیثیت سے زندگی بسر کرنے کی تمنّا رکھتے ہیں ۔ ان کی یہ تمنّا قرآنِ کریم کی رُو سے پوری ہوگی ۔

آٹھواں باب

غیر مسلموں سے برتاؤ

غیر مسلموں سے برتاؤ

۱ ۔ سب سے یکساں سُلوک کرو قرآنِ کریم نے شریفانہ اخلاق کی تعلیم دیتے ہوئے یہ کہیں نہیں کہا کہ یہ اخلاق صرف مسلمانوں تک محدود رہنے چاہئیں ۔ اس نے حکم دیا ہے کہ تمام دنیا کے انسانوں کے ساتھ اسی قسم کا شریفانہ برتاؤ کیا جائے ۔ مثلاً جہاں یہ حکم دیا ہے کہ مسلمانو! تم غیر عورتوں کو گھُورتے نہ پھرو ۔ بلکہ نگاہیں نیچی رکھ کر چلا کرو، وہاں یہ نہیں کہا کہ مسلمان عورتوں کو بُری نظر سے نہ دیکھو اور غیر مسلم عورتوں کو بے شک گھورتے پھرا کرو ۔ ہرگز نہیں ۔ اس نے یہ حکم دیا ہے کہ کسی غیر عورت کو بھی بُری نگاہ سے مت دیکھو خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم ۔ یا مثلاً

جب اس نے کہا ہے کہ دوسروں کا مال ناجائز طریقے سے مت کھاؤ تو اس نے یہ نہیں کہا کہ مسلمانوں کا مال تو ناجائز

تمام انسانوں کی پرورش

طریقے سے مت کھاؤ ، لیکن غیر مسلموں کا مال جس طرح جی چاہے ہڑپ کر جاؤ ۔ بالکل نہیں ۔ دونوں کے متعلّق ایک ہی حکم ہے ۔ وہ دنیا کے تمام انسانوں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے ۔ اس کے تجویز کردہ "نظامِ ربوبیت" کا مطلب ہی یہ ہے کہ ساری دنیا کے انسانوں کی نشوونما کا سامان فراہم کیاجائے ۔

۲ ۔ کافر کا لفظ

غیر مسلم اکثر شکایت کیا کرتے ہیں کہ قرآن انہیں کافر کہتا ہے (اور وہ سمجھتے ہیں کہ یہ کوئی گالی ہے)۔ ان کی شکایت ناواقفیت کی وجہ سے ہے ۔ کافر کا لفظ گالی نہیں ہے ۔ اس کے معنی ہیں "نہ ماننے والا"

کافر کے معنی

جیسا کہ گذشتہ صفحات میں لکھا جا چکا ہے اسلام ایک جماعت (سوسائٹی) کا نام ہے ۔

جو شخص اس سوسائٹی کے قواعد و ضوابط کو مان کر اس کا ممبر بن جاتا ہے، اسے مومن کہتے ہیں جس کے معنی ہیں "ماننے والا" اور جو اس کا ممبر نہیں بنتا اسے کافر کہتے ہیں ۔ یعنی وہ اس سوسائٹی کا ممبر نہیں ، لہٰذا اس میں نفرت یا گالی کی کوئی بات نہیں ۔

۳ ۔ غیر مسلموں کے معبودوں کو بُرا مت کہو

سورۂ انعام میں ہے کہ

وَلَاتَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ فَیَسُبُّوا اللّٰہَ عَدْوًا بِغَیْرِ عِلْمٍ ط (۶/۱۰۸)

"یہ (غیر مسلم) اللہ کو چھوڑ کر جن چیزوں کی پرستش کرتے ہیں تم انہیں گالی مت دو ۔ ورنہ یہ لوگ ضد اور جہالت کی وجہ سے اللہ کو بُرا کہنے لگ جائیں ۔

یہ ٹھیک ہے کہ جہاں غیر مسلم نہ ہوں گے وہاں کوئی بُت وغیرہ باقی نہیں رہے گا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ جہاں غیر مسلم بستے ہوں گے وہاں ان کے عبادت خانوں کو توڑ دیا جائے گا ۔ قرآن کریم کا

حکم اس کے بالکل خلاف ہے ۔

۴ ۔ غیر مسلموں کے عبادت خانوں کی حفاظت کرو

قرآنِ کریم کاارشاد ہے کہ اگر لوگوں کی سرکشی کو بڑھنے دیا جائے تو ظالم اور طاقتور لوگ دوسرے مذہب والوں کے عبادت خانوں کو محفوظ نہ رہنے دیں ۔ اس لئے اللہ تعالیٰ ایسی جماعتوں کو پیدا کرتا رہتا ہے جو ظالموں کی سرکشی کو روکیں ۔ تاکہ ہر مذہب والا نہایت آرام اور اطمینان سے اپنے اپنے طریقے پر پوجا پاٹ کرسکے ۔

وَلَوْ لَا دَفْعُ اللهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللهِ كَثِيْرًا ط (۴۰/۲۲)

"اگر اللہ ایک جماعت کے ذریعے دوسری جماعت کی روک تھام کا انتظام نہ کرتا رہے تو راہبوں کی خانقاہیں، عیسائیوں کے گرجے، یہودیوں کے عبادت خانے ، دیگر مذاہب کی پرستش گاہیں اور مسجدیں ، جن میں اس کثرت سے اللہ کا

نام لیا جاتا ہے سب ڈھا دیئے جائیں ۔

۵ ۔ غیر مسلموں کے بزرگ

اللہ تعالیٰ نے کہا ہے

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوْلًا ○ (١٦/٣٦)

"اور ہم نے ہر قوم میں کوئی نہ کوئی رسول بھیجا ہے"۔

ان میں سے بعض رسولوں کا ذکر قرآنِ کریم میں نام بنام آیا ہے، لیکن دوسرے رسولوں کا ذکر نام لے نہیں آیا ۔

وَ رُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَیْكَ مِنْ قَبْلُ
وَ رُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَیْكَؕ (۴/۱۶۴)۔

"بعض رسولوں کا ذکر ہم اس سے پہلے تم سے کر چکے ہیں اور باقیوں کا ذکر نہیں کیا"۔

لیکن مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان تمام رسولوںؑ کو خدا کا سچّا رسول سمجھے اور ان کے رسول ہونے کی حیثیت سے ایک کو دوسروں سے الگ نہ کرے ۔ یعنی یہ نہ کرے کہ باقیوں کو

رسولؑ مان لے اور کسی ایک کو چھوڑ دے ۔ یا ایک کو رسولؑ مانے اور باقیوں کو نہ مانے ۔

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ز وَنَحْنُ لَه مُسْلِمُوْنَ ۝ (۳/۸۴)

"ہم ان رسولوں میں سے کسی ایک کو بھی دوسروں سے الگ نہیں کرتے اور اس طرح ہم خدا کے سچّے مسلمان بندے بنتے ہیں"۔

تمام رسولوں پر اور ان کی کتابوں پر ایمان لانے کے معنی یہ ہیں کہ ہم اسے تسلیم کریں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام قوموں کی طرف اپنے اپنے وقت میں رسول آتے رہے اور وہ خدا کا پیغام لوگوں تک پہنچاتے رہے ۔ رسول ہونے کی حیثیت سے وہ سب ایک جیسے تھے ۔

سب راہنماؤں کی عزّت

لہٰذا جب یہ معلوم ہو گیا کہ ہر قوم میں خدا کے رسولؑ آتے رہے ہیں اور تمام رسولوںؑ پر ایمان لانا بھی ضروری ہے تو

کسی قوم کے کسی مذہبی راہ نما کو بُرا کہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۔ البتّہ جس مذہب پر وہ قوم چل رہی ہے ہم اسے خدا کا سچّا دین نہیں کہہ سکتے ۔ اس لئے کہ کسی قوم کے پاس اپنے مذہب کی کتابیں اپنی اصلی شکل میں موجود نہیں ہیں اور خدا کا دین اپنی مکمّل اور محفوظ شکل میں صرف قرآنِ کریم کے اندر ہے ۔ اب

لیکن سچّا دین صرف اسلام ہے

تمام دنیا کے انسانوں کے لئے خدا کی طرف سے دیا ہوا دین قرآنِ کریم ہی کے اندر ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ قرآنِ کریم کے بعد وحی کا سلسلہ بند ہو گیا اور اس لئے رسولؐ اللہ کے بعد کسی نبی اور رسول کی ضرورت باقی نہیں رہی ۔ (واضح رہے کہ قرآن کریم کی رُو سے نبی اور رسول میں کوئی فرق نہیں ہوتا)۔

٦ ۔ مذہبی آزادی

قرآنِ کریم کا یہ دعویٰ ہے کہ خدا کی طرف سے تجویز کیا ہوا

دین صرف اسی کے اندر ہے ۔ لیکن وہ کسی سے اس دین کو زبردستی نہیں منواتا اس کا اعلان ہے کہ

لَآ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ ۙ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ ۚ (۲/۲۵۶)

"دین کے بارے میں کوئی زبردستی نہیں ۔ اس لئے کہ گمراہی اور ہدایت سب واضح ہو چکی ہیں"۔

جس کا جی چاہے ایمان لائے

اس لئے

فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْیَكْفُرْ ۙ .... ○ (۱۸/۲۹)

"جس کا جی چاہے ایمان لے آئے جس کا جی چاہے انکار کر دے"۔

حتّٰی کہ

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰی

يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ؕ (۹/۶)

"اگر کوئی مشرک تمہارے پاس آکر پناہ لے ، تو اسے پناہ دو ۔ اسے قرآن سناؤ ۔ اس کے بعد اگر وہ اپنے ہاں جانا چاہے تو اپنی حفاظت میں اسے اس کی امن کی جگہ پہنچادو"۔

نوٹ:۔ یاد رکھو کہ قرآنِ کریم کی رُو سے تمام مسلمان، اسلام کی بنا پر ایک قوم کے افراد قرار پاتے ہیں اور غیر مسلم، دوسری قوم کے افراد ۔ مسلم اور غیر مسلم مل کر ایک قوم نہیں بنتے ۔ اسے دو قومی نظریہ کہتے ہیں جو نظریۂ پاکستان ہی کا ایک حصّہ ہے ۔ غیر مسلموں کے ساتھ عدل ، احسان ، حسنِ سلوک کیا جائے گا ۔ لیکن وہ مسلمانوں کی قوم کے افراد نہیں بن سکیں گے ۔

حرفِ آخر

یہ ہیں وہ موٹے موٹے احکام جو مسلمانوں کی روزمرہ کی زندگی کے لئے قرآن شریف میں آئے ہیں ۔ آپ انہیں غور سے پڑھئے ۔ اچھی طرح سے سمجھنے کی کوشش کیجئے اور پھر ان پر عمل کیجیئے ۔ اور اس پر یقین رکھئے کہ ان پر عمل کرنے سے آپ کی اپنی زندگی بھی امن و اطمینان اور خوش حالی اور خوش گواری کی ہوگی اور معاشرہ بھی نہایت عمدگی سے قائم رہے گا ۔ اس لئے کہ یہ سب خدا کے بتائے ہوئے قوانین ہیں اور، جیساکہ ہم شروع میں دیکھ چکے ہیں، خدا کے قوانین اپنا نتیجہ ضرور مرتّب کرتے ہیں ۔ گیہوں کے بیج سے گیہوں پیدا ہوتا ہے اور جَو سے جَو ۔ ان نتائج کے سامنے آنے میں بعض اوقات دیر تو لگ جاتی ہے لیکن وہ نتائج پیدا ضرور ہوتے ہیں یہ خدا کا ارشاد ہے جس کے سچّا ہونے میں کسی قسم کا شک یا شبہ نہیں ہو سکتا ۔

۲ ۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ دین کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کے باہمی معاملات اچّھے رہیں. اگر ایک شخص بڑا نمازی اور پرہیزگار ہے ، روزے بھی رکھتا ہے اور ہر سال حج بھی کرتا ہے ، لیکن لوگوں کے ساتھ اس کے معاملات اچّھے نہیں ، تو قرآن شریف کی رُو سے اسے اچّھا مسلمان نہیں کہا جاسکے گا ۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے اس کتاب میں انہی احکام کو درج کیا ہے جن کا تعلّق روزمرّہ کی زندگی میں باہمی معاملات سے ہے ۔ جہاں تک اسلامی نظام کا تعلّق ہے اس کی تفصیل اور تشریح میری دوسری کتابوں میں ملے گی ۔ لیکن قرآن شریف کے یہ چھوٹے چھوٹے احکام تو ایسے ہیں جن پر ہر وقت عمل کیا جاسکتا ہے ۔ ان کے لئے اسلامی نظام کے قائم ہونے تک کا انتظار نہیں کرنا چاہیئے ۔ اسلامی نظام بھی درحقیقت انہی لوگوں کے ہاتھوں سے قائم ہو گا جن کے معاملات درست ہوں گے ۔ خدا ہم سب کو اس کی توفیق عطا کرے ۔

والسلام

پرویز